خواتین کے لئے درس قرآن ڈاٹ کام کا آن لائن میگزین

PAYAM-E-HAYA

ای میگزین

پیامِ حیاء

شمارہ نمبر
40

محرم الحرام 1446ھ
JULY 2024

عظیم مجاہد

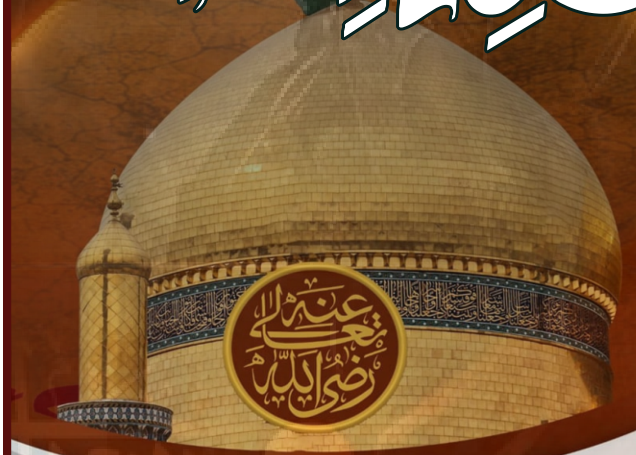

حسین

تم نہیں رہے تمہارا گھر نہیں رہا
مگر تمہارے بعد ظالموں کا ڈر نہیں رہا

PAYAM-E-HAYA

مضامین	صفحہ نمبر
قرآن وحدیث	3
نعت (بنت اسلم)	4
سانحہ کربلا اور اسکے پس پردہ عوامل (حضرت مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب)	5
فضائلِ حسنین (فاطمہ سعید الرحمن)	8
تعلیم وہنر (ابو محمد)	10
محرم الحرام کی فضیلت (صبا شوکت)	12
یوم عاشورہ (رقیہ)	13
الفاروق رضی اللہ عنہ (عمارہ فہیم)	15
حضرت عمر رضی اللہ عنہ (فائق ترابی)	17
خواتین کے مسائل (دارالافتاء الاخلاص)	18
سیرت النبی ﷺ (زوجہ محمد اقبال)	19
خلیفہ دوئم عمر رضی اللہ عنہ (عذرا خالد)	21
ایک اور کربلا (بنت احمد)	23
در خلد (میمونہ محمد عظیم)	25

مضامین	صفحہ نمبر
میری ذات ذرہ بے نشان (ساجدہ بتول)	26
نیا اسلامی سال اور تجدید عہد (بیگم سیدہ ناجیہ شعیب)	28
اللہ کے محبوب (سیمار ضوان)	30
چند یادیں دل کے نہاں خانوں سے (بنت صدیقی کاندھلوی)	31
پکوان (سدرہ، ام حسن، عائشہ نعیم)	33
محرم الحرام (دعا اقبال)	34
سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (خنساء جمالی)	36
بریڈز (افشاں نوید)	38
ذرا مسکرائیں	40

پیام حیاء ٹیم

مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب
ایڈمن وایڈیٹر: فاطمہ سعید الرحمن
معاونات: سیمار ضوان۔ عمارہ فہیم
ناجیہ شعیب احمد۔ عذرا خالد

Published at
www.Darsequran.com

القرآن

"یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہے اور (یہ تعداد) اسی دن سے قائم ہے جب سے آسمان وزمین کو اللہ نے پیدا فرمایا تھا، ان میں سے چار حرمت وادب والے مہینے ہیں، یہی درست اور صحیح دین ہے، تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم وستم نہ کرو، اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں، اور معلوم رہے کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔"

(سورہ التوبہ، آیت:۳۶)

الحدیث

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال کے خرچ میں وسعت اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ سارے سال اس کے مال وزر میں وسعت عطا فرمائے گا۔"

(صحیح مسلم (797/2))

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

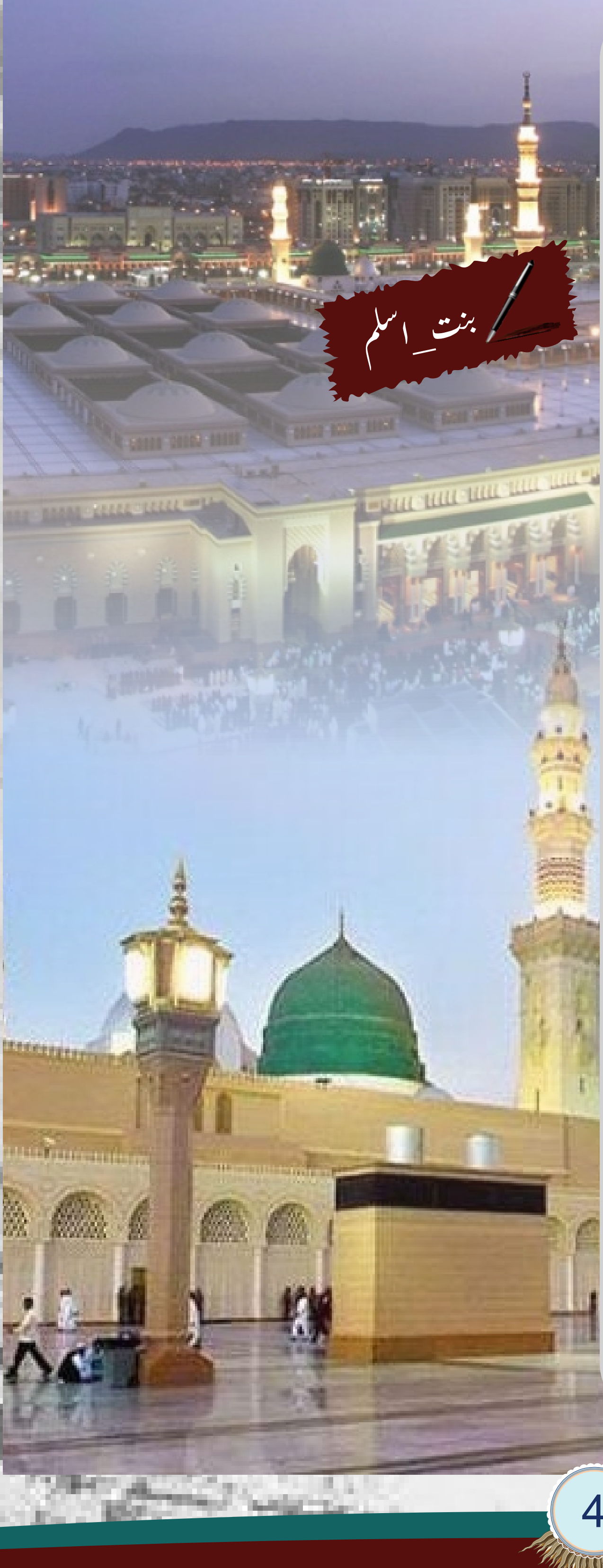

بنت_اسلم

وہ مکہ بھی مبارک ہے مدینہ بھی مبارک ہے
جو سینے میں مدینہ ہے وہ سینہ بھی مبارک ہے

تجلی، ہمکلامی، طورِ سینا حق مگر، میرا
ہرا گنبد مثالِ طور سینا بھی مبارک ہے

نبیءِ مرحمہ بولو نبیءِ ملحمہ بولو
نبی دنیا میں آئے وہ مہینہ بھی مبارک ہے

پریشاں حال طیبہ کے مسافر جانتے ہوں گے
اترتی ہے دلوں میں وہ سکینہ بھی مبارک ہے

نبی کی ذاتِ اقدس کی ثناء ہم سے نہیں ممکن
نبی کے جسمِ اطہر کا پسینہ بھی مبارک ہے

نبی کے شہر میں ذکر و نوافل کا تو کیا کہنا
وہاں پہ آبِ زمزم کا تو پینا بھی مبارک ہے

یہ نعتیں بنتِ اسلم خوب ہیں لیکن وہ آقا کے
اطاعت والے چاہت کا سفینہ بھی مبارک ہے

سانحہ کربلا

قسط: ۱

مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب

اور اس کے پس پردہ عوامل مستند روایات کی روشنی میں

رجب ۶۰ھ میں یزید بن معاویہ نے تخت سنبھالا۔ پورے عالم اسلام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع کے لیے تیز رفتار سوار اور یزید کی بیعتِ خلافت کے لیے نمائندے روانہ کر دیے گئے۔ اکثر صحابہ کرام اور تابعین نے یزید کی بیعت کر لی۔ وجہ یہ تھی کہ ان میں سے بعض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دلائل اور اجتہاد سے متفق تھے اور کچھ نے شریعت کے ایک دوسرے حکم کی پیروی میں بیعت کر لی تھی۔ وہ حکم ہے اتحاد و اتفاق کو برقرار رکھنا اور افتراق سے گریز کرنا جو قرآن و حدیث کی متعدد نصوص میں موجود ہے۔ اس اہم حکم کو پورا کرنے کے لیے بعض حالات میں معمول سے ہٹ کر کسی غیر افضل صورت کو ناگواری کے باوجود اختیار کر لیا جاتا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا موقف:

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے نظام سیاست میں موروثی حکومت کا رواج قائم ہو جانے کے خطرے کے پیشِ نظر یزید کی بیعت نہیں کی تھی۔ ان کے خیال میں موروثی حکومت سے آگے چل کر متعدد مفاسد پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ ان کا موقف یہ تھا کہ خلفائے راشدین کے دور کی وسیع البنیاد شورائیت کو واپس لانا چاہیے اور امت کی زمامِ اقتدار کو افضل فرد کے سپرد کر دینا چاہیے۔ ان دونوں کے نزدیک ایسے حالات میں بیعت کر لینا رخصت کے زمرے میں تو آ سکتا تھا مگر عزیمت کی بات یہی تھی کہ طرزِ سیاست کو خلفائے راشدین کے شورائی منہج پر لوٹانے کی کوشش کی جائے بشرطیکہ مسلمانوں میں خانہ جنگی کی نوبت نہ آئے۔ اس کوشش کا کم از کم درجہ اپنے اختلافِ رائے پر برقرار رہتے ہوئے بیعت سے گریز کرنا تھا تاکہ وہ اپنے ضمیر کی رائے کے خلاف کسی قول و فعل کے مرتکب نہ ہوں۔ ایسی کوئی صحیح روایت نہیں ملتی جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ شروع میں یہ حضرات کوئی مخالفانہ تحریک برپا کرنے لگے تھے۔

یزید کو چاہیے تھا کہ وہ ان حضرات کو بیعت پر مجبور کرنے کی کوشش نہ کرتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں کتنے ہی حضرات کو غیر جانب دار رہنے دیا اور ان کی عزت و تکریم میں کوئی کمی نہ کی۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعتِ ولی عہدی نہ کرنے والے اکابر کو ان کے ضمیر کے خلاف چلنے پر مجبور نہیں کیا۔ یہ یزید کی پہلی سیاسی غلطی تھی کہ اس نے ان بزرگوں سے بدگمانی رکھی اور خیال کیا کہ وہ نگاہ چوکتے ہی مسلح بغاوت کر دیں گے۔ اس غلط فہمی کی وجہ سے اس نے ان بزرگوں پر فوری بیعت کے لیے دباؤ ڈالا اور اپنے والدِ گرامی کی وہ وصیت نظر انداز کر دی جس میں

اسے شرفاء کے ساتھ سختی نہ برتنے اور اپنی رائے پر اصرار نہ کرنے کی تاکید کی گئی تھی۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۱ ص ۶۴۴، ۶۴۵)

یزید نے اس وصیت کو فراموش کر کے تمام صحابہ کرام سے بہر صورت بیعت لینے کا نامناسب فیصلہ کیا جس نے مزید دشوار حالات کو جنم دیا جن سے نمٹنے میں یزید نے مزید غلط فیصلے کیے اور یوں حالات قابو سے باہر ہوتے چلے گئے۔

یزید کی جانب سے حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت لینے کی کوششیں:

حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جبراً بیعت لینے کی پوری کوشش کی گئی تھی، ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ مدینہ منورہ جیسی محبوب جگہ کو چھوڑ کر کہیں اور جاتے۔ چنانچہ یزید نے تخت نشین ہونے کے بعد مدینہ کے حاکم ولید بن عتبہ کو حکم بھیجا کہ وہ حضرت حسین اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو فوراً بلوا کر ان سے بیعت لے۔ یہ حکم نامہ رات کے وقت مدینہ پہنچا۔

ولید بن عتبہ نے اسی وقت پہلے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قصرِ امارت میں بلوایا۔ جب بیعت کا مطالبہ کیا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: "نہ تو یہ بیعت کا وقت ہے اور نہ مجھ سا آدمی یوں تنہائی میں بیعت کر سکتا ہے۔ آپ کل منبر پر بیٹھ کر بیعت لیں، ہم کھلم کھلا بیعت کر لیں گے۔" ولید بن عتبہ نرم دل تھا، اس نے رعایت دے دی۔ یہ حضرات حکومت کا رویہ دیکھ کر اندازہ لگا چکے تھے کہ بیعت نہ کرنے کی صورت میں ان پر جبر کیا جائے گا۔ آخر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ رات کے آخری پہر ایک غیر معروف راستے سے مکہ روانہ ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی خاندان سمیت مکہ تشریف لے گئے۔

(تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۲۳۲؛ المحاسن و المساوی للبیہقی: ص ۲۶؛ تاریخ الطبری: ۵ ص ۳۴۱)

نئے حاکمِ حجاز کا مکہ پر حملے کا عزم:

۲۷ یا ۲۸ رجب کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ سے نکلے اور تیزی سے سفر کر کے جمعہ ۳ یا ۴ شعبان کو مکہ مکرمہ پہنچے۔ یہاں آپ چار مہینے چار دن (۷ ذی الحجہ ۶۰ھ تک) مقیم رہے اور اس دوران حالات پر غور و فکر کرتے رہے۔

حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بیعت کیے بغیر مدینہ سے نکل جانے کی خبر سے یزید کی تشویش بڑھ گئی۔ اس نے بیعت لینے میں ناکامی کی ساری ذمہ

داری ولید بن عتبہ پر ڈال کر اسے معزول کر دیا۔اس کی جگہ عمرو بن سعید الاشدق کا تقرر کیا جو سختی میں مشہور اور منہ پھٹ تھا اور اسی وجہ سے ''اشدق'' کہلاتا تھا۔اس نے آتے ہی مسجدِ نبوی کے منبر پر قسم کھا کر مکہ معظمہ پر چڑھائی کا عزم ظاہر کیا جہاں یہ حضرات پناہ لیے ہوئے تھے۔

بعض حضرات کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ یزید پوری طرح طاقت رکھنے کے باوجود بیعت نہ کرنے والے اکابر سے رعایت برتتا اور ان کی ''خطرناک سرگرمیوں'' کو نظرانداز کرتا رہا تھا۔اگر واقعی ایسا ہوتا تو پھر یہ رعایت مکہ اور جزیرۃ العرب ہی میں محدود نہ رہتی۔نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول نہ کیا جاتا۔کوفہ کی سرحد پر اور میدانِ کربلا میں بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اعزاز و اکرام کا برتاؤ کیا جاتا۔عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف مکہ پر دوبار فوج کشی نہ ہوتی۔بات یہ تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ پہنچنے کے بعد ایک ماہ تو نئے حاکم کے تقرر میں گزر گیا۔ماہِ رمضان میں جب یزید کا بدمزاج نائب عمرو بن سعید اشدق حجاز میں تعینات ہوا تو وہ جانتا تھا کہ شوال میں موسمِ حج شروع ہو جائے گا اور حاجیوں کے قافلوں کی بھیڑ میں مکہ پر حملہ کرنا مشکل ہو گا۔اس لیے اس نے ذوالحجہ گزرنے کا انتظار کیا۔(تاریخ الطبری ۵: ص ۳۸۱؛ انساب الاشراف ۳ ص ۱۶۰؛ تاریخ الطبری ۵: ص ۳۴۳؛ تاریخ خلیفہ بن خیاط: ص ۲۲۳)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سفرِ کوفہ کا اصل مقصد:

مکہ پہنچنے کے کچھ عرصے بعد باہم صلاح و مشورے کے بعد حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ دونوں اس پر متفق ہو گئے کہ نظامِ حکومت کی اصلاح کی سعی کرنی چاہیے۔ان کے سامنے وہ فرامینِ نبویہ بھی تھے جن میں برائی کو حسبِ قدرت ہاتھ یا زبان سے روکنے کا حکم دیا گیا ہے۔اگرچہ اس راستے میں سخت خطرات بھی تھے اور ان حضرات کو پورا اندازہ تھا کہ یہ جان کی بازی ہے مگر ان دونوں حضرات کی فقاہت فیصلہ دے رہی تھی کہ جان پر کھیل کر عزیمت کی یہ راہ اختیار کرنا کم از کم ان کے حق میں واجب ہو چکا ہے کیوں کہ موروثی و شخصی نظام حکومت آگے چل کر جن مفاسد کا باعث بنے گا، ان کا سدباب شاید بعد میں ممکن نہ ہو سکے، پس سیاسی نظام کے بگاڑ کو درست کرنے کی کوشش ابھی سے ضروری ہے۔

جاری ہے ----------

فضائل حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

(احادیث کی روشنی میں)

فاطمہ سعید الرحمن

ایک بار حضرتِ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرِ خدمتِ اقدس ہو کر حضور ﷺ کے شانہ مبارک پر سوار ہو گئے، ایک صاحب نے عرض کیا: صاحبزادے آپ کی سواری کیسی اچھی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اور سوار کیسا اچھا سوار ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب،، الحدیث ۳۸۰۹)

حضور ﷺ سجدے میں تھے کہ امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پشت مبارک سے لپٹ گئے، حضور ﷺ نے سجدے کو طول دیا کہ سر اٹھانے سے کہیں گر نہ جائیں۔

(مسند انس بن مالک، الحدیث ۳۴۱۵، ج ۳، ص ۲۱)

حضور نبی اکرم ﷺ نے امامِ حسن اور امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت ارشاد ہوتا ہے: "ہمارے یہ دونوں بیٹے جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔"

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن... الخ، الحدیث ۳۷۹۳، ج ۵، ص ۴۲۶)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "ان کا دوست ہمارا دوست، ان کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔"

(سنن ابن ماجہ، الحدیث ۱۴۳، ج ۱، ص ۹۶)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ دونوں عرش کی تلواریں ہیں"۔ اور فرماتے ہیں: "حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوں، اللہ عزوجل دوست رکھے اسے جو حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوست رکھے، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبط ہے اسباط سے۔"

(سنن الترمذی، الحدیث ۳۸۰۰، ج ۵، ص ۴۲۹)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، الٰہی! عزوجل میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی انہیں دوست رکھ اور اسے دوست رکھ جو انہیں دوست رکھے۔"

(سنن الترمذی، الحدیث ۳۷۹۴، ج ۵، ص ۴۲۷)

حضور نبی اکرم ﷺ بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے "میرے دونوں بیٹوں کو لاؤ پھر دونوں کو سونگھتے اور سینہ انور سے لگا لیتے۔"

(سنن الترمذی، الحدیث ۳۷۹۷، ج ۵، ص ۴۲۸)

"حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں اور میرے اہلِ بیت اسے اس کے اہل خانہ سے محبوب تر نہ ہو جائیں اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اسے اپنی ذات سے محبوب تر نہ ہو جائے" (الطبراني في المعجم الكبير، 75/7، الرقم: 6416،)

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک فرشتہ جو اس رات

سے پہلے کبھی زمین پر نہ اترا تھا اس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرے اور مجھے یہ خوشخبری دے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اہلِ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔" (الترمذي في السنن، 660/5)۔

"حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ درآں حالیکہ آپ ﷺ نے چادر بچھائی ہوئی تھی۔ پس اس پر حضور نبی اکرم ﷺ (بنفسِ نفیس) حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بیٹھ گئے پھر آپ ﷺ نے اس چادر کے کنارے پکڑے اور ان پر ڈال کر اس میں گرہ لگادی۔ پھر فرمایا: اے اللہ! تو بھی ان سے راضی ہو جا، جس طرح میں ان سے راضی ہوں۔"

الحدیث رقم: والهيثمي في مجمع الزوائد، 169/9.

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضرت حسن علیہ السلام سینہ سے سر تک رسول اللہ ﷺ کی کامل شبیہ ہیں اور حضرت حسین علیہ السلام سینہ سے نیچے تک حضور ﷺ کی کامل شبیہ ہیں۔"

(أخرجه الترمذي في السنن، 660/5،)

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے اور کہا: اے فاطمہ! خدا کی قسم! میں نے آپ کے سوا کسی شخص کو حضور نبی اکرم ﷺ کے نزدیک محبوب تر نہیں دیکھا اور خدا کی قسم! لوگوں میں سے مجھے بھی آپ کے والد محترم کے بعد کوئی آپ سے زیادہ محبوب نہیں۔"

أخرجه الحاكم في المستدرك، 168/3

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر ماں کے بیٹوں کا آبائی خاندان ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں سوائے فاطمہ کے بیٹوں کے، پس میں ہی ان کا ولی ہوں اور میں ہی ان کا نسب ہوں۔" أبو يعلي في المسند 109/2، الرقم: 6741،

ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہ ہو گی۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں نماز پڑھوں اور اس میں حضور نبی اکرم ﷺ پر درود پاک نہ پڑھوں تو میں نہیں سمجھتا کہ میری نماز کامل ہو گی۔" الدار قطني في السنن، 355/1، الرقم: 7،6)

تعلیم و ہنر

ابو محمد

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آج ہم نے روایتی تعلیم کو محض نوکری کے حصول کا ذریعہ بنایا ہوا ہے جس کی وجہ سے ہنر مندی کی طرف کسی کی توجہ ہی نہیں جاتی حالانکہ موجودہ دور میں تعلیم اور ہنر کو کسی بھی قوم کی ترقی اور خوشحالی میں جو بنیادی اہمیت حاصل ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

دنیا کے ترقی یافتہ ممالک ہی میں نہیں ہمارے ملک میں بھی ماضی میں اس کی نہایت واضح اور روشن مثالیں ہیں۔ جہاں تعلیم کے دوران ہی بچوں کی صلاحیتوں اور رجحانات کو بھانپ کر بچوں کو آگے بڑھایا جاتا ہے اور وہ اپنے رجحانات کے مطابق پیشہ اختیار کرتے ہیں اور یوں معاشرے کی ترقی میں اپنا بھرپور حصہ ڈالتے ہیں۔ لیکن اب ہم صرف دھرتی پر ”ڈگری شدہ“ انسانوں کے بوجھ میں اضافہ کررہے ہیں۔ یہ تمام ڈگری شدہ نوجوان ملک کو ایک روپے تک کی پروڈکٹ دینے کے قابل نہیں ہیں۔

ہمارے ملک میں کریئر گائیڈنس کے لئے باقاعدہ کوششیں ابھی تک شروع نہیں ہوئی ہیں۔ طلباء کریئر کا انتخاب والدین، رشتے دار، اساتذہ اور دوستوں کی مرضی سے کرتے ہیں یا پھر میڈیا کی تشہیر کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ کوئی بھی شعبہ اچھا یا برا نہیں ہوتا، اصل اہمیت چناؤ کی ہوتی ہے۔ حالات پر ہی نہیں اپنے مستقبل پر بھی نظر رکھتے ہوئے نوجوان ایسے شعبے کا انتخاب کریں جو ان کی ذہانت، قابلیت اور ذوق وشوق سے ہم آہنگ ہو تو یقینی بات ہے کہ وہ اس پیشے میں نہ صرف ترقی کریں گے بلکہ اس میں زیادہ معاشی فوائد بھی حاصل کرپائیں گے

تعلیم اور ہنر دینا لازمی ہے باقی سب آپ ہی آپ آجائے گا۔ مقابلے کے اس دور میں حصولِ معاش آسان کام نہیں ہے۔ پہلے کے زمانے میں اسکولی تعلیم پوری ہونے تک نائی کا بیٹا نائی بنتا تھا، سنار کا بیٹا سنار ہوتا تھا، جولاہے کا بیٹا جولاہا، کسان کا بیٹا کسان، مزدور کا بیٹا مزدور! الغرض بیروزگاری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کوئی بھی پیشہ چھوٹا بڑا نہیں ہوتا۔ جب تک نوکری نہیں مل جاتی تھی بچے آبائی پیشہ اختیار کرچکے ہوتے تھے۔

اب حالات مختلف ہیں۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی کئی بچے نوکری حاصل کرنے کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ متوقع نوکری کے حصول یابی تک گھر کی گاڑی چلانے کے لئے اگر تعلیم کے ساتھ ساتھ کوئی ہنر حاصل کیا جائے تو کام آئے گا۔ ان شاءاللہ روزگار کا مسئلہ بڑی حد تک ختم ہوگا۔ اپنے بچوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ لازماً کوئی نہ کوئی ہنر

سکھانا چاہئے۔ماہرین کے مطابق ہمیں عمومی طرز تعلیم کو تبدیل کرکے مہارت اور ہنر پر مبنی تعلیم دینی چاہیے۔اس سے ہماری صنعتوں کی ضروریات پوری ہوں گی اور روزگار کے مواقع میں اضافہ ہوگا ملک کو مختلف بحرانوں کا سامنا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس وہ مطلوبہ مہارتیں نہیں جو مارکیٹ کو درکار ہیں۔اسی سبب ہمارے ایم فل اور پی ایچ ڈی پاس کرنے والے طلبہ بھی سڑکوں پر بے روزگار پھرتے ہیں۔اس کے برعکس ترقی یافتہ دنیا میں تعلیم کو ضروری علم اور معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے،اسے روزگار سے نتھی نہیں کیا جاتا۔بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد طالب علم اپنی مرضی کے شعبوں میں کام سیکھتے اور سرٹیفیکیٹس حاصل کرتے ہیں۔اس طرح انہیں فوراً کام مل جاتا ہے اور بے روزگاری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔اچھے تعلیمی ادارے کے لئے بڑی عمارتوں،انفراسٹرکچر،پروفیسرز کا ہونا ضروری نہیں۔

امریکا اور جنوبی افریقہ کے کچھ علاقوں میں 'گیراج یونیورسٹی' کا تصور دیا گیا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ بڑی عمارت ضروری نہیں،آپ بے شک سو،ڈیڑھ سو طلبہ کو تعلیم دیں،لیکن انہیں ہنر منداور اپنے کام کا ماہر بنادیں۔25 کروڑ کی آبادی کے ملک کو تعلیم دینے اور ہنر مند بنانے کے لئے ہمیں بھی اس ماڈل پر عمل کرنا پڑے گا۔بصورت دیگر وہ لوگ جن کے پاس روزگار نہیں ہے،ایک سونامی کی طرح اس نظام کو بہا لے جائیں گے۔

لوگوں کے روزگار کا بندوبست نہ ہوا تو سوشل سٹرکچر کمزور ہوگا،خاندان ٹوٹیں گے،جرائم میں اضافہ ہوگا۔

ارباب اختیار کو چاہیے کہ اس مسئلے کو سنجیدگی سے لیں اور حل کرنے کے لئے جامع پالیسی تشکیل دی جائے۔ہنر مند افراد کی دل سے عزت کرنی چاہیے،مثلاً پلمبر،الیکٹریشن،مکینک وغیرہ۔باہر کی دنیا میں ایسے ہنر مند افراد کی بہت قدر ہے اور ان کی آمدنی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ان کے پاس اپنی گاڑی ہوتی ہے، جس میں انہوں نے اپنے اوزار رکھے ہوتے ہیں۔

موبائل فون یا انٹرنیٹ کے ذریعے انہیں پتا چلتا ہے کہ کہاں ان کی ضرورت ہے،وہ ادھر پہنچ کر کام کرتے ہیں اور اپنا معاوضہ لیتے ہیں۔یہ باعزت روزگار کے ذرائع ہیں جن سے معقول آمدنی حاصل ہوتی ہے۔حکومت کو اس میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔نوجوانوں کو یہ ہنر سکھا کر سرٹیفیکیٹس دیئے جائیں۔ان کی ایک جگہ رجسٹریشن کی جائے۔پھر حکومت انہیں تین،چار لاکھ روپے کے قرضے دے تاکہ وہ اس سے اپنے اوزار اور سواری خریدیں اور اپنے کام کا آغاز کریں۔قرضے کی ادائیگی دس سال میں ہو اور صرف دو فیصد اضافی رقم سروس چارجز کے طور پر وصول کی جائے۔

جب نوجوانوں کو اتنی عزت اور سہولیات ملیں گی تو ملک میں واضح طور پر معاشی بہتری نظر آئے گی۔ہمیں کام کرنے والے اور رزق حلال کمانے والے کو عزت دینی ہوگی۔

دیکھا جائے تو اس وقت سب سے زیادہ تعلیمی ڈگریاں رکھنے والے افراد بے روزگار ہیں اور کم تعلیم یافتہ افراد جن کے پاس کسی نوعیت کا ہنر یا مہارت ہے تو وہ برسرِ روزگار ہیں۔کارخانہ دار کہتے ہیں انہیں اعلیٰ تعلیم کی بجائے ہنر مند ورکرز کی تلاش رہتی ہے۔مہارت کی تربیت ترقی کا راستہ ہے۔

محرم الحرام کی فضیلت

صباء شوکت

" بیشک اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی اللہ کی کتاب (قرآن) میں بارہ مہینے لکھی ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کے نظام کو پیدا فرمایا تھا اور ان میں سے چار مہینے (رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) حرمت والے ہیں "

آپ ﷺ نے فرمایا: "رمضان کے بعد افضل ترین روزے اللہ تعالیٰ کے مہینے محرم کے ہیں" (صحیح مسلم 2755)۔

آپ ﷺ سے عاشورہ کے روزے کی فرضیت پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ پچھلے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔" (صحیح مسلم 2747)

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھ کر پوچھا کہ تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا یہ عظمت والا دن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات دی تھی اور فرعون کو اس کی قوم سمیت اس دن غرق کر دیا تھا۔ تو اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا تھا اس لیے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ رسول ﷺ نے فرمایا: "موسیٰ سے تمہاری نسبت ہم زیادہ قریب ہیں"

اس لئے اس دن رسول ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی حکم دیا!

محرم الحرام سے ہمیں اصل یہ سبق ملتا ہے کہ ہر حال میں حق پر ڈٹے رہنا ہے، کبھی بھی کسی صورت بھی باطل کے سامنے جھکنا نہیں چاہیے۔

اللہ پر توکل کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

خوف اور مصیبت میں گھبرانا نہیں چاہیے، ہر مشکل میں اللہ کی خاطر اپنا سب کچھ جان و مال اور اولاد اللہ پر قربان کر دینے کا جذبہ بیدار کرنا چاہئے۔ یہی محرم الحرام کا اصل سبق ہے۔

اہل بیت کی ناقابل فراموش قربانیاں قیامت تک اس سبق کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ انھوں نے اپنی جانوں کی قربانیاں دے کر ثابت کر دیا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے چاہے جان چلی جائے مگر دین اسلام پر کسی قسم کی آنچ برداشت نہیں، اور اللہ کی رضا سے بڑھ کر مومنوں کو کچھ بھی عزیز نہیں اپنی جان بھی نہیں۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یہ دونوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہم) دنیا میں میرے دو پھل ہیں۔" اور فرمایا "کہ حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔"

صحیح بخاري، کتاب فضائل الصحابة، رقم: ٣٧٥٣۔

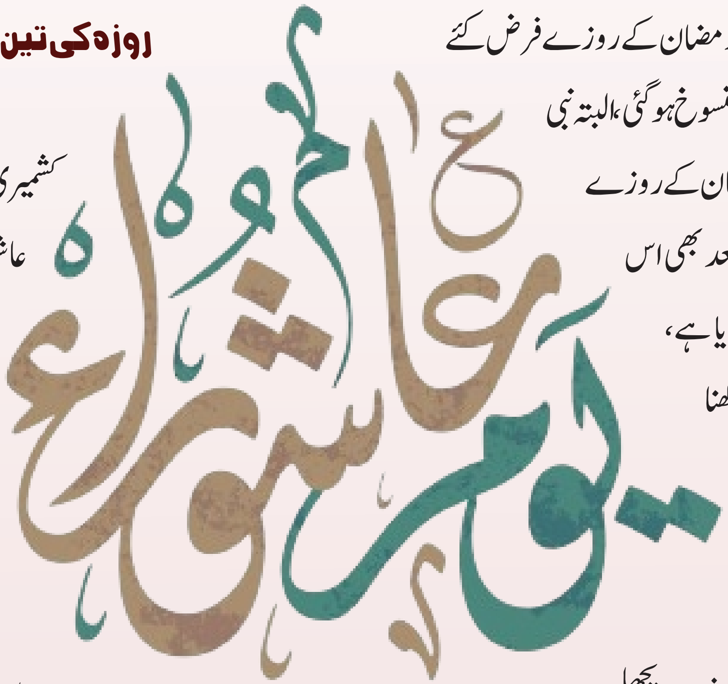

رقیہ

اللہ رب العزت نے بارہ ماہ بنائے ہیں لیکن اس میں چند محترم مہینے ہیں اسی طرح ایام میں بھی عام دنوں سے کچھ محترم دن مقرر فرمائے ہیں ان میں ایک عاشورہ کا دن یعنی دسویں محرم الحرام بھی ہے۔

عاشورہ کا روزہ:

عاشورہ (دسویں محرم) کا روزہ شروع اسلام میں فرض تھا، لیکن جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی، البتہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے روزے فرض ہو جانے کے بعد بھی اس روزے کا اہتمام فرمایا ہے، اس لیے اس کا رکھنا مسنون ہے، اس روزے کی فضیلت یہ ہے کہ یہ روزہ پچھلے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے، دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے والے سال جب نبی کریم ﷺ کو بتلایا گیا کہ یہود بھی شکرانہ کے طور پر عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ: "اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو نویں کا روزہ بھی رکھوں گا"، جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "عاشورہ کے دن روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو، اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ بھی رکھو"۔

لہٰذا مشابہتِ یہود کی بنا پر صرف عاشورہ کا روزہ رکھنے کو مکروہِ تنزیہی قرار دیا گیا ہے، اسلئے ضروری ہے کہ دسویں کے ساتھ نویں یا گیارہوں کا روزہ رکھنا چاہیے، تاکہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ رہے، لیکن اگر کسی بنا پر تین یا دو روزے رکھنا دشوار ہو تو صرف عاشورہ کا روزہ رکھ لینا چاہیے؛ تاکہ اس کی فضیلت سے محرومی نہ ہو۔

روزہ کی تین صورتیں:

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عاشوراء کے روزہ کی تین شکلیں ہیں: (۱) نویں، دسویں اور گیارہویں تینوں کا روزہ رکھا جائے، (۲) نویں اور دسویں یا دسویں اور گیارہویں کا روزہ رکھا جائے، (۳) صرف دسویں تاریخ کا روزہ رکھا جائے۔ ان میں پہلی شکل سب سے افضل ہے، اور دوسری شکل کا درجہ اس سے کم ہے، اور تیسری شکل کا درجہ سب سے کم ہے، اور تیسری شکل کا درجہ جو سب سے کم ہے اسی کو فقہاء نے کراہتِ تنزیہی سے تعبیر کر دیا ہے، ورنہ جس روزہ کو آپ ﷺ نے رکھا ہو اور آئندہ نویں کا روزہ رکھنے کی صرف تمنا کی ہو اس کو کیسے مکروہ کہا جا سکتا ہے۔

عاشورہ کے دن گھر والوں پر وسعت:

عاشوراء (دس محرم) کے روز اپنے اہل وعیال پر رزق کی وسعت اور فراوانی کی ترغیب بھی دی گئی ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال کے خرچ میں وسعت اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ سارے سال اس کے مال وزر میں وسعت عطا فرمائے گا۔ حضرت سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا"۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ گھر والوں کے لیے وسعت کی اور مختلف اقسام کے طعام بنائے، مشروبات وغیرہ کا انتظام کیا اور سوچا کہ کچھ زیادہ بنا لیا جائے تاکہ پڑوس میں بھی تقسیم کر سکیں، نہیں ایسا نہیں کرنا کیوں کہ اس میں "نیاز" کیا جاتا ہے جو کہ غیر اللہ کے نام پر اور خاص جماعت کی پہچان و مشابہت ہوگی تو بچنا ضروری ہے البتہ کہیں کوئی پڑوسی بہت غریب و مسکین ہو تو اس کے گھر اس نیت سے بھجوا دیا جائے کہ وہ اور اس کے بچے "نیاز" وغیرہ سے بچ جائیں۔

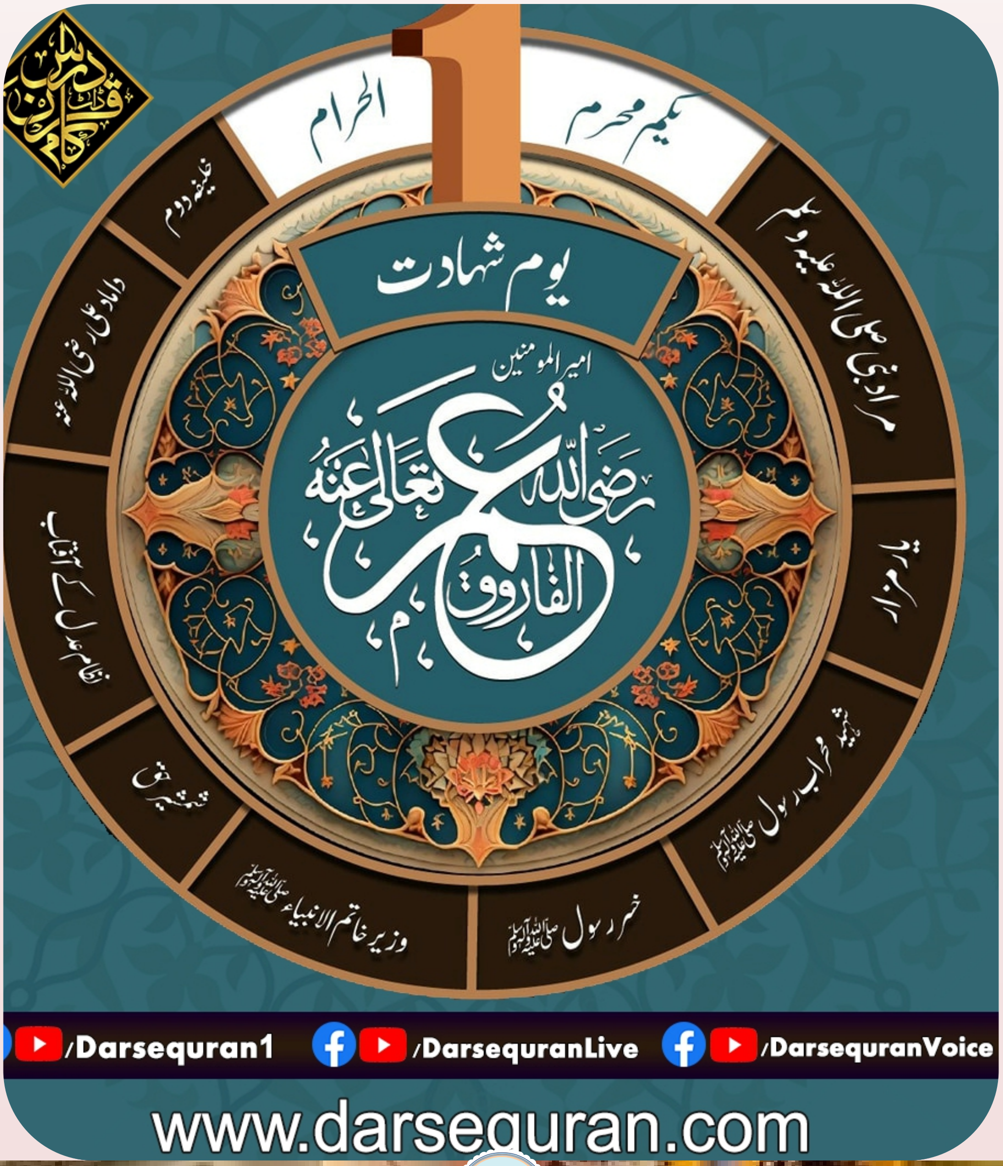

یومِ شہادت یکم محرم الحرام

الفاروق رضی اللہ عنہ

مُرادِ رسول، خلیفۂ ثانی، فاتحِ اسلام

حق اور باطل میں فرق کرنے والا

عمارہ فہیم

● عمر رضی اللہ عنہ جن کے چند جملوں سے دریا نیل آج تک جاری ہے، جو اسلام سے پہلے بھی بارعب ہی تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی جن سے مسلمانوں کو تقویت ملی۔

● عمر رضی اللہ عنہ وہ ہیں جو خلیفہ ہوتے ہوئے راتوں کو رعایہ کی خبر گیری کے لیے سفر کرتے۔

● عمر رضی اللہ عنہ جو سفر میں ہوں تو خادم سواری پر اور خود پیادہ ہوتے تھے۔

● عمر رضی اللہ عنہ جو ایک گھر سے رونے کی آواز سن کر حال پوچھتے ہیں اور پھر اپنے کاندھوں پر راشن ڈال کر لاتے خادم کے مدد کرنے کا کہنے پر جواب میں فرماتے: "قیامت کے روز میرا بوجھ کون اٹھائے گا"

● عمر رضی اللہ عنہ جن کے راستے سے شیطان ایسے بھاگتا جیسے ابھی اسے جلا کر خاک کر دیا جائے گا۔

● عمر رضی اللہ عنہ جو خلیفہ ہوتے ہوئے پیوند لگا کرتا زیب تن کرتے تھے۔

● عمر رضی اللہ عنہ جن کی محفل میں عام بندے کو بھی اپنے حق کی آواز بلند کرنے کی اجازت تھی۔

● عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے اگر دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا پیاسا ہو تو اس کا سوال مجھ سے ہو گا۔

● عمر رضی اللہ عنہ وہ ہیں جو میرے پیارے نبی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد و دعا ہیں۔

● عمر رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کے لیے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور میں خاتم النبیین ہوں۔

● عمر رضی اللہ عنہ جن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ بے خوف و خطر اعلانیہ سب سے پہلے مکہ میں عبادت کی۔

● عمر رضی اللہ عنہ جنھیں ایک اور اعزاز یہ ملا کہ ہجرت بھی اعلانیہ کی۔

● عمر رضی اللہ عنہ جنھوں نے نبی کے شہر کی شہادت مانگی تو اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلی پر ہی شہادت نصیب فرمائی

● حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ فرماتے: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے کی امتوں میں لوگ محدث ہوتے تھے یعنی اللہ کی ہم کلامی کا شرف حاصل تھا میری امت میں اگر کوئی ایسا ہے تو وہ یقیناً عمر ہی ہے (بخاری و مسلم)

● حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ سے کیسی محبت تھی اس کے ثبوت میں یہ ایک واقعہ ہی کافی ہے

"حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنازہ کے تختہ پر رکھا گیا تو لوگ آپ کے گرد جمع ہوئے اور آپ کے حق میں دعا کرتے جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے دعائیہ کلمات کہہ رہے تھے میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا اچانک ایک شخص نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا

میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور فرمایا! اے عمر! آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے لیے ہوئے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ سے ملاقات کرنا پسند ہو بخدا مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ آپ کے دونوں صاحبو (نبی کریم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کر دے گا کیونکہ میں نبی کریم ﷺ سے بکثرت یہ سنتا تھا میں ابو بکر و عمر آئے میں ابو بکر و عمر داخل ہوئے، میں ابو بکر و عمر نکلے مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اسی طرح آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا۔" (صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابہ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دنیا کو ایسے سسٹم دیے جو آج تک رائج ہیں۔

سن ہجری کا اجراء کیا۔

جیلوں کا تصور دیا۔

مؤذن کی تنخواہ مقرر کی۔

مساجد میں روشنی کا انتظام کیا۔

پولیس کا محکمہ بنایا۔

ایک مکمل عدالتی نظام کی بنیاد رکھی۔

آب پاشی کا نظام قائم کیا۔

فوجی چھاؤنیاں قائم کیں فوج کا باقاعدہ محکمہ قائم کیا۔

آپ نے پہلی بار دودھ پیتے بچوں، بیواؤں، بے آسرا، معذوروں کے لیے وظائف مقرر کیے۔

ناانصافی کرنے والے ججوں کو سزا دینے کا سلسلہ شروع کیا۔

آپ نے پہلی بار دنیا میں حکمران کلاس کی اکاؤنٹبلٹی شروع کی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے راتوں کو تجارتی قافلوں کی چوکیداری کی۔

آپ کا فرمان تھا قوم کے سردار قوم کا سچا خادم ہوتا ہے آپ رضی اللہ عنہ کی مہر پر لکھا تھا عمر! نصیحت کے لیے موت کافی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان تھا ظالم کو معاف کر دینا مظلوم پر ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب کی کوئی نا کوئی خصوصیت ہے اسلام کی خاصیت عدل ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جن پر یہ خاصیت پوری اترتی ہے آپ کے عدل کی وجہ سے عدل دنیا میں عدل فاروقی ہو گیا۔

وہ حکمران جس نے دس سال چھ ماہ بائیس مربع میل جگہ پر حکمرانی کی وہ یکم محرم الحرام کو مصلے رسول ﷺ پر فجر کی نماز کی امامت کروا رہے تھے کہ ابولولوء فیروز مجوسی نے خنجر کے پے در پے وار کر کے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور یکم محرم الحرام چوبیس ہجری کو اس دار فانی سے کوچ فرما کر خالق حقیقی سے جا ملے اور روضہ رسول ﷺ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفن پایا۔

اللہ رب العزت اس کاوش کو قبول فرما کر ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائیں اور مرتے دم تک دین کا کام خالص اپنی رضا کے لیے لے لیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح نبی کریم ﷺ کے شہر کی شہادت اور وہیں کی مٹی نصیب فرمائیں آمین۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

خلیفہ دوم

فائق ترابی

بڑے لوگوں کی بصیرت سے عمرِ واقف ہے
سبھی اسرارِ خلافت سے عمرِ واقف ہے

اُس کی تائید میں قرآن کی آیات آئیں
نقطۂ با کی حقیقت سے عمرِ واقف ہے

اُسے تسلیم دل و جاں سے مقامِ حَسَنَین
آلِ زہرا کی طہارت سے عمرِ واقف ہے

سب سے پہلے کہا "تبریک" غدیرِ خُم پر
علی مولا کی ولایت سے عمرِ واقف ہے

رُحَماءُ کے ترَحُّم کی مثالی تصویر
اور اَشدّاءُ کی شدت سے عمرِ واقف ہے

اُس کے شانے پہ ہے تلوار دمِ ہجرت بھی
جادۂ عزم و عزیمت سے عمرِ واقف ہے

بابِ زہرا کو جلائے گا یہ ممکن ہی نہیں
تیغِ حیدر کی جلالت سے عمرِ واقف ہے

جانتا ہے وہ دبستانِ خلافت کے رموز
تازہ خوشبو کی نزاکت سے عمرِ واقف ہے

اک مچلتی ہوئی شمشیر ہے ہاتھوں میں مگر
میرے آقا کی طبیعت سے عمرِ واقف ہے

بغضِ حیدر لیے طیبہ کی طرف مت جانا
حق و باطل کے تفاوت سے عمرِ واقف ہے

کیوں نہ لہجے پہ تصرف ہو عمرِ کا فائق
اپنے شاعر کی جبلّت سے عمرِ واقف ہے

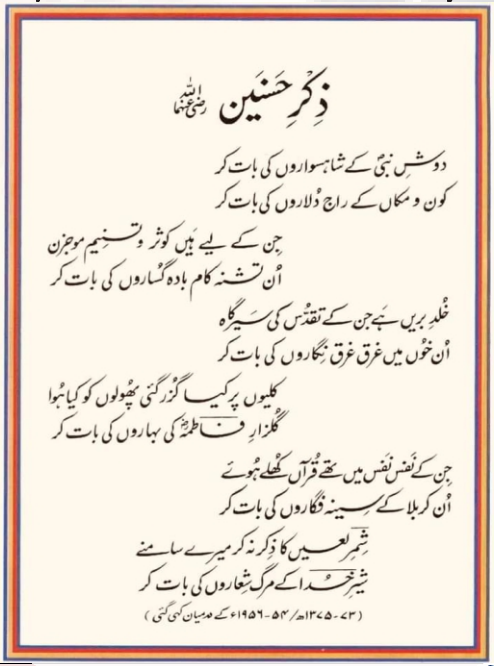

ذِکرِ حَسَنَین رضی اللہ عنہما

دوشِ نبیؐ کے شاہسواروں کی بات کر
کون و مکاں کے راج دُلاروں کی بات کر

جن کے لیے ہیں کوثر و تسنیم موجزن
اُن تشنہ کام بادہ گساروں کی بات کر

خُلدِ بریں ہے جن کے تقدّس کی سیرگاہ
اُن خُوں میں غرق غرق نگاروں کی بات کر

کلیوں پر کیا گزر گئی پھولوں کو کیا ہُوا
گلزارِ فاطمہؓ کی بہاروں کی بات کر

جن کے نفس نفس میں تھے قرآں کھلے ہُوئے
اُن کربلا کے سینہ فگاروں کی بات کر

شمرِ لعیں کا ذکر نہ کر میرے سامنے
شیرِ خدا کے مرگ شعاروں کی بات کر

(۷۳-۱۳۷۵ھ/ ۵۴-۱۹۵۶ء کے درمیان کہی گئی)

خواتین کے مسائل

دارالإفتاء الإخلاص

محرم کی پہلی تاریخ کو 113 مرتبہ بسم اللہ لکھنا(فتوی نمبر:34)

سوال: کیا محرم میں 113 مرتبہ لکھنے کا کوئی وظیفہ ہے؟

جواب: محرم الحرام کی پہلی تاریخ کو جو لوگ 113 مرتبہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم "لکھتے ہیں اس کے بارے میں مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے"جواھر الفقہ "میں لکھا ہے:

"جو شخص محرم کی پہلی تاریخ کو ایک سو مرتبہ (113)مرتبہ پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم کاغذ پر لکھ کر اپنے پاس رکھے گا ہر طرح کی آفات و مصائب سے محفوظ رہے گا، مجرب ہے۔"(جواھر الفقہ:2/187)

واضح رہے کہ مذکورہ عمل قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے، نہ ہی شرعاًیہ فرض، واجب اور مسنون ہے، بلکہ کسی بزرگ کے تجربات میں سے ہے، اور ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک کے حق میں یہ عمل مؤثر اور فائدہ مند ہو۔ چند سالوں سے عوام جس طرح اس عمل میں دلچسپی لے رہی ہے، اس کا ترک کر دینا اور اسے نظر انداز کر دینا بہتر معلوم ہوتا ہے، ورنہ آئندہ چند سالوں میں عوام اسے یکم محرم الحرام کا ایک لازمی جزو سمجھ لے گی، حالانکہ امت کے فقہاء نے کسی مستحب عمل کے متعلق بھی یہ لکھا ہے کہ اگر لوگ اسے ضروری سمجھنے لگیں تو اس کا ترک کرنا (چھوڑنا) ضروری ہو جاتا ہے۔(مرقاۃ المفاتیح:(کتاب الصلاۃ، باب الدعاء في التشهد، 2/352ط:مکتبہ امدادیہ،ملتان)

محرم الحرام کے مہینے میں شادی نہ کرنا(فتوی نمبر: 5198)

سوال: ہمارے علاقے میں بعض لوگ محرم الحرام کے مہینے میں شادی کرنے کو منع کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان مہینے میں شادی کرنا دولہا اور دلہن کے حق میں بہتر نہیں ہے، کیا یہ بات شریعت کی رو سے درست ہے؟

جواب: واضح رہے کہ یہ تمام توہمات جاہلیت کے دور کے ہیں، اسلام میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ شریعت میں کوئی ایسا دن، مہینہ یا سال نہیں ہے، جس میں شادی کرنے سے منع کیا گیا ہو، اور نہ ہی کوئی ایسا دن ہے جس میں شادی کرنے کو باعثِ نحوست قرار دیا گیا ہو۔(روح المعانی: 15/131ط:زکریا)

بقیہ صفحہ نمبر ۲۰ پر--------

سیرۃ النبی ﷺ

قسط نمبر 3.

زوجہ محمد اقبال

اس کے بعد بی بی ہاجر پلٹ آئیں ان کے ساتھ چھوٹا بچہ تھا ہر طرف خوف و خطر تھا، جب شام ہونے لگی تو جنگل سے درندوں کی آوازیں آنے لگیں، بی بی ہاجرا اکیلی تھیں ساتھ چھوٹا بچہ تھا، ایک چھوٹا پانی کا مشکیزہ تھا، کچھ ستو تھے، کچھ چنے تھے، بس یہ آپ کا کل زادراہ تھا، مورخین لکھتے ہیں کہ جب شام کو اندھیرا چھا گیا تو بی بی ایک لکڑی لے کر کھڑی ہوئیں اور انھوں نے سارے علاقوں کی طرف توجہ کر کے خطاب کیا کہ اے جنگل کے درندوں یہاں انسان تو کوئی نہیں جن کو میں خطاب کروں۔

لیکن ایک بات یاد رکھو کہ میں اللہ کے ایک نبی اور خلیل کی بیوی ہوں اور اسماعیل کی ماں ہوں کہتے ہیں کہ فوری طور پر بی بی صاحبہ کی آواز سنتے ہی تمام جانور خاموش ہو گئے اور بیٹھ گئے گویا کہ اس بات کا اظہار کرتے ہوں کہ ہم سے نہ ڈریں بی بی صاحبہ ہم حملے کے لیئے نہیں آئے بلکہ ہم پہرے کے لیئے آئے ہیں، کیونکہ سیدنا اسماعیل کی نسل سے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا ہونا تھا۔

اگر اسماعیل کی حفاظت نہ ہوتی تو یہ سلسلہ حضرت محمد ﷺ تک کیسے پہنچتا اصل میں تو یہ محفل اسی پاک نبی ﷺ ہی کے لیئے سجائی جا رہی تھی کہ کہیں آسمانوں پہ پہرے ہیں، کہیں کعبۃ اللہ کو بنایا جا رہا ہے، کہیں سیدنا ابراھیم کو ہجرت میں بھیجا جا رہا ہے، کبھی اُن سے بچے چھڑوائے جا رہے ہیں، یہ ساری چیزیں جب ان پر ہم نظر ڈالیں تو محسوس ہوتا ہے کہ ساری محفل جس کے لیئے سجائی جا رہی تھی۔

وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آنے والے تھے،

بہر حال جب پینے کا پانی ختم ہوا تو بی بی صاحبہ صفا پر دوڑیں مروا پر چڑھیں، مروا سے واپس صفا پر پہنچیں، سات چکر لگا تو اللہ پاک

کوان کالوڑ ناتنا پسند آیا کہ اس مسعٰی کو قیامت تک کے لیئے شعائر اللہ قرار دے دیا گیا، اتنے میں آواز آئی جاء الغوث بی بی ناگھبرائیں، تو بی بی صاحبہ رک کر کھڑی ہو گئیں اور فرمایا کون ہو آواز دینے والے سامنے آؤ، سامنے کوئی نا آیا اور پھر دوبارہ آواز آئی بی بی صاحبہ ناگھبرائیں اللہ کی مدد آگئی، اور اللہ نے حکم دیا کہ جبرائیل جس جگہ اسماعیل کے پاؤں ہیں اسی جگہ اپنا پر مارو۔

اللہ کے حکم سے یہاں جبرائیل نے اپنا پر مارا اور وہیں سے زم زم کا چشمہ پھوٹ پڑا، سبحان اللہ، اب دیکھیں کہ زم زم کے پانی میں کتنی نعمتیں شامل ہو گئیں، ایک تو جبرائیل علیہا لسلام کا پر ہے، اور دوسرے اللہ کے نبی اسماعیلؑ السلام کے پاؤں ہیں، اور تیسری اس میں ایک بڑی نعمت ملی کہ حضرت محمد ﷺ نے جب زم زم پیا تو آپ ﷺ نے برتن میں کچھ پانی بچا کر اپنا لعاب مبارک اس میں ڈالا اور اس کے بعد حکم دیا کہ اس کو بھی زم زم میں ڈال دو تا کہ حضرت اسماعیل سے جو سلسلہ نبوت کا جڑا ہے زم زم کا سلسلہ بھی جڑ جائے کہ قیامت تک امت کو زم زم ملے جس میں اللہ کے فرشتے کا پَر ہو، اللہ کے نبی کے پاؤں ہوں، اور محمد مصطفٰی ﷺ کا لعاب ہو، اس لیئے علما نے لکھا ہے کہ زم زم کا پانی جنت کے پانی سے افضل ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۱۸ کا۔۔۔۔۔۔۔

محرم الحرام احترام والا مہینہ ہے (فتوی نمبر: 10713)

سوال: مفتی صاحب! ماہ محرم الحرام کی دیگر مہینوں کے مقابلے میں کیا اہمیت ہے؟ نیز اگر اس کے کچھ آداب وغیرہ ہوں تو وہ بھی بتادیں۔ جزاک اللہ خیرا

جواب: محرم کا مہینہ ان چار مہینوں میں سے ہے، جن کو اللہ تعالی نے "اشہرِ حُرُم "یعنی حرمت والے مہینے قرار دیا ہے، اور ان چار مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) کو دیگر مہینوں پر فضیلت دی ہے۔ چنانچہ سورہ توبہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے۔ جو اللہ کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) کے مطابق اس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ (سورہ توبہ، آیت نمبر: 36)

ماہ محرم الحرام اور دیگر اشہر حرم کو حرمت والا مہینہ اس لیے کہا گیا ہے، کیونکہ یہ مہینے واجب الاحترام ہیں، یعنی ان میں عبادات کا ثواب زیادہ ملتا ہے اور ان میں گناہ کرنا دوسرے مہینوں کی بنسبت زیادہ سخت گناہ شمار ہوتا ہے، خصوصاً ان مہینوں میں بھی محرم کے مہینے کو "شھر اللہ "یعنی اللہ کا مہینہ کہا گیا ہے، جس سے مزید اس مہینے کا فضل اور واجب الاحترام ہونا معلوم ہوتا ہے، لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ محرم الحرام کے مہینے میں اللہ تعالی کی زیادہ سے زیادہ عبادت کرے اور گناہوں، ظلم و ستم اور آپس کے جھگڑوں سے بچنے کا پورا اہتمام کرے۔

خلیفہ دوئم سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

عذرا خالد، کراچی

آپ کا نام " عمر" اور کنیت ابو حفص اور لقب "فاروق اعظم "ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے والد کانام "خطاب"اور ماں کانام "حلتمہ "ہے جوہشام بن مغیرہ کی بیٹی اور ابو جہل کی بہن تھیں۔

اپ کا شجرہ نسب اٹھویں پشت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتاہے۔تاریخ میں اپ کی پیدائش واقعہ فیل سے تیرہ سال بعدبیان کی جاتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بچپن اور جوانی کے ادوار:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بچپن اور جوانی کا زمانہ

قریش کے عام لوگوں کی طرح گزرا۔

آپ رضی اللہ عنہ کو پڑھنے اور لکھنے کا بہت شوق تھا۔اس پڑھنے اور لکھنے کے شوق کی بدولت اپ اس دور کے لوگوں میں نمایاں نظر اتے ہیں۔کیونکہ اس دور میں قریش میں پڑھنے لکھنے کا رواج نہیں تھا اور اہل قریش میں بہت کم تعداد میں پڑھے لکھے لوگ تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بچپن سے جوانی کی طرف ائے تو اپ اپنی عمر کے ساتھیوں کے مقابلے میں زیادہ طاقتور نظر اتے تھے اپ کا کوئی ساتھی اپ کی قدو قامت میں اپ رضی اللہ عنہ کے مقابل نہیں تھا۔اپ کی رنگت صاف

تھی اور اس سر پر

خی بھی پوری اب وتاب کے ساتھ جھلکتی تھی۔اپ کے چلنے کی رفتار بھی تیز تھی۔اپ کو جسمانی ورزشوں شوق تھا۔گھڑ سواری ور پہلوانی میں بہت مہارت حاصل تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سادہ زندگی:

اپ رضی اللہ عنہ کی زندگی شاندار فتوحات اور کارناموں سے مزین ہے۔لیکن ان سب کے باوجود اپ رضی اللہ عنہ کی سادگی اور تقوی کا یہ عالم تھا کہ زمین کے اوپر بغیر کسی بستر کے ارام کرنے اور سونے کے لئے لیٹ جاتے تھے سر کو اونچا کرنے کے لئے سر کے نیچے اینٹ یا پھتر رکھ لیتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے لباس میں پیوند لگے ہوتے تھے۔کھانا اکثر روٹی اور زیتون کا تیل ہوتا تھا اور روکھی روٹی اپ کھاتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی ہر قسم کے نمود و نمائش سے پاک تھی لیکن اس کے ساتھ اپ کا جلال اور رعب ایسا تھا کہ کوئی بھی بڑے سے بڑا حکمران اس کی تاب نہ لاسکتا تھا۔

اسی طرح اللہ کا ڈر اور خشیت الہی کی کیفیت ہر وقت طاری رہتی تھی۔اپ عبادات الہٰی میں مصروف رہتے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور قلب پر حق کو جاری فرمادیا ہے۔

یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہمیشہ حق ہی بولتے ہیں ان کی ذبان اور قلب پر باطل کبھی نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں بلاشبہ نگاہ نبوت سے دیکھ رہا ہوں کہ جنات کے شیطان بھی اور انسان کے شیطان بھی دونوں میرے عمر کے خوف سے بھاگتے ہیں۔"

۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو رعایا کا خیال:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلافت کی شان و شوکت کو کبھی پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کی نظر میں خلافت کا نظریہ یہ تھا کہ جیسے ایک باپ اپنی اولاد کا اپنے اہل خانہ کا خیال رکھتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی طرح رعایا کا خیال رکھتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ کو ہر لمحہ رعایا کے بارے میں جواب دہی کا احساس رہتا تھا اور اس رعایا پروری کی مثال تاریخ میں کہیں اور نہیں ملتی۔ محتاجوں، غریبوں اور کمزوروں کی مشکلات اور پریشانیوں کا درست اندازہ لگانے کے لئے اپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کو ہمیشہ ان کی زندگی کی سطح کے برابر رکھا۔

راتوں کو خود گشت لگاتے اور لوگوں کی مشکلات کا خود اندازہ لگاتے۔ رعایا کی تکالیف کو خود محسوس کرتے اور جلد سے جلد دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دنیا کہ واحد حکمران گزرے ہیں جو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے دور خلافت میں اگر دریائے فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوک سے مر گیا تو اس کی سزا اللہ عمر کو دے گا جو اس کو بھگتنا ہو گی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں شاندار فتوحات:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت اسلامی فتوحات کا دور شمار کیا جاتا ہے۔ دور خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں اسلامی حکومت 22 لاکھ مربع میل تک پھیل گئی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس وقت کی دو طاقتور حکومتوں ایران اور روم کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

ان کے دور خلافت میں پہلی دفعہ یروشلم فتح ہوا۔ ان کے دور خلافت میں عراق، لیبیا، شام، مصر، ایران، جنوبی آرمینیا، خراسان اسلامی حکومت میں شامل ہوئے۔

سانحہ شہادت:

۲۷ ذی الحجہ کو مسجد نبوی میں نماز فجر کے وقت امامت کے دوران ابولولوفیروز مجوسی نے اپ پر خنجر کے تین سے چار وار کئے اور اپ رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز مکمل کرائی۔

آپ کی خواہش تھی کہ اپ کو اپنے دونوں پیارے رفیقوں کے پہلو میں جگہ ملے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے یہ جگہ اپنے لئے رکھی تھی لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس خواہش کو پورا کرنے کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے کو پورا کرنے کی اجازت دے دی۔

ایک اور کربلا

بنت احمد کراچی

شہید تم سے یہ کہہ رہے ہیں
لہو ہمارا بھلا نہ دینا

دس محرم الحرام شہادت حسین رضی اللہ عنہ اور رفقاء اور گھر والے جو اللہ کے دین کی خاطر سب کچھ لٹا کر قیامت تک کے لئے قربانی کی لازوال داستان رقم کر گئے یہ تو بچہ بچہ کو پتہ ہے اور ہونا بھی چاہیے۔

دوسری طرف اسلام کے نام پر بننے والے ملک پاکستان میں ظلم و بربریت کی ایک ایسی خوں ریز داستان (لال مسجد، جامعہ حفصہ میں) جو تاریخ میں ایک سیاہ باب کے طور پہ یاد رکھی جائے گی تین جولائی 2007 کو اس خوں ریزی کا آغاز ہوا اور دس جولائی کو مظلوم خواتین، بچوں پر ظلم ڈھا کر کامیاب آپریشن کا نام دیا اور دکھ کی بات یہ ہے کہ اکثریت کو اس حوالے سے کچھ خبر ہی نہیں ہے کیا ہوا اور کس قدر ظلم۔

اسلامی ملک اپنی ہی فوج جوتوں سمیت دندناتی مسجد میں داخل ہوتی ہے اپنے ہی مسلم بہن، بھائیوں پر فائرنگ قرآن اور حدیث کو جلا کر گٹر میں بہا دیا گیا کیسے لفظوں میں اس درد کو بیان کروں یہ زخم اسلئے ہرے ہوگئے کہ جولائی کا۔ مہینہ اور محرم الحرام دونوں ایک ساتھ آرہے ہیں ایک کربلا کوفہ والوں کی طرف سے ایک کربلا اسلامی ملک میں مسجد اور مدرسے پر اٹیک۔

یہ تماشا ایک ہفتہ جاری رہا اشن پانی بند کر دیا گیا گیس، بجلی کاٹ دی کیوں صرف اس لئے کے اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں اسلامی نظام کا مطالبہ اس وقت کے فرعون اور مطلق العنان حکمران کو اسلام آباد میں یہ داڑھی اور برقع والی خواتین گوارہ نہ تھیں اس پران کو شرم آنی تھی۔

کیا جرم تھا کہ مساجد کو شہید کیا جارہا تھا کہ یہ ناجائز قبضہ ہے لیکن ان ظالموں کو یہ پتہ نہیں تھا کہ جب ایک بار اللہ کا گھر بن جائے تو اسکو گراتے نہیں سات مساجد شہید کردیں گیں اور بہت سی لسٹ میں موجود تھیں جنکو شہید کرنا تھا۔

پھر جو سر پر کفن باندھ کر انکی حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے انہیں دہشت گرد قرار دے دیا وہ اپنے دفاع پر آئے تو ان کے خلاف ایسا محافظ کھولا کہ آخر وقت تک کسی کو اصل حقیقت کی خبر نہ ہونے دی۔

مسجد کے چاروں طرف خاردار تاریں لگا دی

گئیں۔ مدرسے کی طرف جانے والے سب راستے بند کر دیے کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ۔اس وقت عبدالرشید غازی شہید نے میڈیا کے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ آپ لوگ اندر آئیں اور دیکھ لیں کہ ۔ ھمارے پاس کون سا اسلحہ ہے کیونکہ ھمارے بعد تو یہ کچھ بھی اسلحہ رکھ کر ھمارے اپر الزام لگا دینگے اور بعد میں یہ بات سچ ثابت ہوئی مگر کسی کو اندر نہیں جانے دیا۔

ان کے پاس اسلحہ تھا اور وہ کسمپرسی کی حالت میں شہید ہوتے گئے ایک ھفتہ تک یہ یک طرفہ جنگ جاری رہی مدرسہ کی بچیوں نے بعد میں بتایا کہ انہوں نے بھوک کی وجہ سے پتہ چبائے روانہ مدرسے کے طالب علم شہید ہوتے تھے۔

اس مسجد میں تین نسلوں کی قربانی ہے مولانا عبداللہ شہید ،انکے بیٹے عبدالرشید غازی ،انکی والدہ شہید، مولانا عبدالعزیز کے جوان بیٹے حسان شہید اسکے علاوہ مدرسے کے طالب علموں کی شہادت جنکا کوئی شمار نہیں کیا ان کو اقتدار چاہیے تھا کیا دولت کی طلب تھی نہیں صرف دین کی سربلندی کے لئے باپ، ماں بیٹا، پوتا قربان ہو گئے۔

داستان تو بہت طویل ہے مگر کہاں تک بیان کریں اس مدرسے کی 1500 طالبات بعد میں لاپتہ ہو گئیں ان کو این جی اوز کے حوالے کر دیا گیا وہ کہاں گیں کچھ پتہ نہیں بے انتہائی دردی سے سب کچھ ختم کر کے تین دن تک کسی کو وہاں جانے نہیں دیا گیا اور سب جرموں کے نشانات مٹا کر پھر صحافیوں کو اندر جانے دیا گیا جہاں بارود کی بو تھی دیواروں پر باوجود صفائی کے خون کے دھبے تھے وہ اسلحہ استعمال کیا گیا جو حالت جنگ میں بھی ناگزیر ہوتا ہے۔

نیا اسلحہ سجا کر رکھ دیا گیا کہ یہ ان کے پاس تھا جہاں لوہے کی الماریاں اور پنکھے ٹیڑھے ہو گئے اسلحہ سجا ہا اور اتنے اسلحہ کے باوجود وہ مقابلہ نہ کر سکے اسلحہ سجا کر خود دنیا سے رخصت ہو گئے۔

جو ظلم ہوا اسکے بعد سے پاکستان کے حالات بد سے بدتر ہیں کوئی مانے یا نہ مانے لبرل ذہن رکھنے والوں نے بھی اسکی مذمت کی اور بدترین ظلم اور کربلا قرار دیا پس ڈرامے کے کچھ کردار تو اپنے انجام کو پہنچ گئے جو باقی ہیں وہ بھی حساب دیں گے جو لوگ پہلے لال مسجد والوں مورد الزام ٹھہرا رہے تھے وہ بھی اس قدر سفاکی پر اپنے آنسو نہ روک سکے۔

سوال یہ ہے کہ اس طرح کے ظلم کب تک کوئی اسکا سدباب ہے یا نہیں اسکے لئے تو تمام علماء کرام اور ہر طبقہ فکر کو ایک ہونا پڑے گا ورنہ یہ کربلا کے مناظر پھر نہ دھرا دیے جائیں اسلامی ملک میں اسلام کی بات کو جرم کیوں سمجھا جاتا ہے ایسا کب چلے گا تعالیٰ ھمارے ملک پاکستان کی حفاظت فرمائے آمین

قسط وار کہانی (ناول)

دُرِ خلد

میمونہ محمد عظیم، گھوٹکی

فجر کے وقت اذان کی رس گھولتی آواز عینی کے کان میں پڑی، کھڑکی کھلی تھی اور منقش و مزین پردے دونوں جانب تھوڑے موڑ دیے گئے تھے تاکہ باہر کے دل لبھانے والے پرکشش منظر اور ٹھنڈی یخ ہوا سے استفادہ حاصل کیا جا سکے،

آج پانچواں دن تھا، عینی کی نمازِ فجر مسلسل قضا ہو رہی تھی مگر اسکو کوئی فکر ہی نہیں تھی،

ہوا کے تیز جھونکے اور بجلی کی چمک سے عینی کی آنکھ تو کھلی، دور سے ہلکی آتی اذان کی آواز اور پھر خوبصورت مسحور کن موسم و منظر۔۔۔ واقعی ہی دلچسپ سماں تھا۔

"تھوڑی دیر بعد نماز کے لیے اٹھوں گی ابھی تو اذان ہوئی ہے" مسکراتی عینی نے کروٹ بدلتے کہا اور اونگھتے ہوئے دوبارہ سو گئی۔

عینی بیٹا! اٹھو ٹائم دیکھا ہے؟ پورے نو بج رہے ہیں، ابھی تک سو رہی ہو، طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری؟ عینی کی والدہ "فہمیدہ" کندھے پر ہاتھ رکھ کر بڑی محبت و فکر سے اپنی بیٹی کو جگانے لگی۔

جی مما! اٹھتی ہوں ناں۔ "بیٹا! یقیناً تم نے نماز بھی نہیں پڑھی ہو گی" ایسا ہے نا؟

عینی اپنی کلائی کو اپنی آنکھوں کے سامنے کر کے ٹائم کا جائزہ لینے لگی اور 9:05 دیکھ کر فوراً اٹھ بیٹھی۔

"مما! میری دیر ہو گئی، آپ نے جگایا کیوں نہیں؟"

"آج میں نے صبا کے گھر جانا تھا مگر اب تو وہ نکل چکی ہو گی" عینی نے منہ بنا کر کہا۔

کہاں جانا تھا؟ فہمیدہ قریب بیڈ پر بیٹھ کر پوچھنے لگی "آج ہم نے صدف کے گھر جانا تھا پھر تینوں شاپنگ کر کے میم زہراء سے مل کر ساتھ گھر واپس آتے" آٹھ بجے نکل جانا تھا مگر۔

"میری بیٹی کی نیند ہی اتنی گہری ہوتی ہے کیا کیا جا سکتا ہے؟" فہمیدہ نے اسکا ناقص جملہ مکمل کیا اور عینی کو توجہ دلائی کہ اسکی موبائل کی کال ٹون بج رہی۔

ہیلو! السلام علیکم!

"یار صبا! سوری. میں سوئی ہوئی تھی ٹائم کا پتا ہی نہیں لگا" "کوئی بات نہیں عینا یار"

ہم خود بھی لیٹ ہو گئے، میں صدف کے ساتھ تمہارے گھر کے گیٹ پر پہنچنے والی ہوں، جلدی دس منٹ میں تیار ہو کر نکلو۔

اوکے میں بس ابھی تیار ہو کر نکلتی ہوں۔

بائے صبا ڈیئر! اوکے اللہ حافظ

صبا یار! میم کا گھر اتنا دور ہے کیا؟ بقیہ صفحہ ۷ پر۔۔۔۔

میری ذات ذرہ بے نشاں

قسط 6

ساجدہ بتول

اب وہ پانچوں اسے کوس رہے تھے۔ اچانک اُن میں سے ایک عورت آگے بڑھی اور اُسے بالوں سے جکڑ کر سیدھی کرنے کے بعد اُس کے چہرے پہ پے در پے تھپڑ مارنے لگی۔

"ہُوا کیا ہے؟" مرُدود نے اُسی عورت سے پوچھا۔

"یہ لڑکی آج سے بیس دن قبل میری بہو بن کر اس گھر میں آئی۔ میرے بیٹے نے اِس کو ہتھیلی کا چھالا بنا کے رکھا ہوا تھا۔ مجھ سے برداشت نہ ہوتا۔ آخر آج جب یہ کچن میں کام کر رہی تھی، میں نے اِس کے کمرے میں جا کر چپکے سے اپنے سونے کے زیورات اس کے پرس میں ڈال دیے۔ اور پھر کچھ دیر "زیور نہیں مل رہے" کی گردان کرتی رہی۔ جیسے ہی میرا بیٹا گھر میں داخل ہوا، میں نے اُسے بھی یہی بات بتائی اور پھر فوراً اس کے کمرے میں جا کر اس کے سامنے ہی اِس لڑکی کا پرس کھولا۔ میرے شوہر بھی یہ دیکھ رہے تھے۔ بس پھر آناً فاناً سارا گھرانہ اس کے خلاف ہو گیا۔" اُس عورت نے دل میں ہی جواب دیا۔

"اب طلاق دِلواؤ گی کیا!" مرُدود کی آنکھوں میں چمک آگئی۔

"نہیں نہیں۔" وہ عورت یکدم سہم گئی۔ "پہلے ہی بہت مشکل سے ملی ہے۔ میرا بیٹا نشئی ہے۔ بس اِس لڑکی کو بدنام کرنا تھا جو کر لیا۔ اب یہ سب مُدّتوں اس کے خلاف رہیں گے۔"

"مگر اِس ڈرامے کو کچھ تو آگے بڑھائے!"

مرُدود نے اُنگلی لگائی۔ "بڑھانا تو چاہیے مگر ڈر بھی لگتا ہے۔"

"اچھا! مگر اِس کو کچھ اور مار لگوا لیں۔" وہ بھی مرُدود تھا۔ فسادی ساسوں کا پورا حامی۔

اتنا سُنتے ہی عورت آگے بڑھی اور دو لاتیں لڑکی کے پیٹ میں رسید کیں۔ پھر ایک مُکّا تان کے اُس کی ناک پہ مارا، جس سے خون جاری ہو گیا اور لڑکی بے ہوش ہو کر گر گئی۔

"اوہو! یہ کیا ہُوا!" سامنے کھڑے لوگوں میں موجود ایک لڑکی نے کہا۔

وہ عورت بھی گھبرا گئی "پپ پانی لاؤ فوراً۔ کہیں اِس کے ماں باپ نہ آجائیں۔"

"اماں آپ نے بھی حد کر دی۔ اب اُس کے ماں باپ مقابلے پہ آ گئے تو ہم کیا کریں گے!" وہ لڑکی شاید اُس کی بیٹی تھی۔

"ہاں ہاں اب ماں کو الزام دو۔ اپنے بھائی کو کچھ مت کہنا جس نے اسے سر چڑھا رکھا تھا۔" وہ عورت بولی

"تُم عورتیں خود فساد مچاتی ہو اور جب آگ لگ جائے تو اس میں مردوں کو جھونک دیتی ہو۔" دوسرے مرد نے کہا جو یقیناً اس گھر

کا سر براہ تھا۔

"ناں! اگر آپ لوگ اِنصاف کریں تو ہمیں کیا پڑی ہے کچھ سخت کہنے کرنے کی!" عورت نے ہاتھ نچائے۔

مردُود نے خُوشی کے مارے دھمال ڈالنا شروع کر دی۔ آگ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

اُدھر دُوسرا مرد جو یقیناً مار کھانے والی لڑکی کا شوہر تھا، بھاگ کر گلاس میں پانی لایا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کے چھینٹے بے ہوش لڑکی کے منہ پہ مارتا، بیرونی دروازہ جو پہلے سے کھلا تھا، ایک دھاڑ سے اُس کے دونوں پٹ وا ہوئے اور ایک عورت اندر داخِل ہوئی۔

اُن سب نے گھبرا کر اسے دیکھا۔ یکدم وہ سب بوکھلا گئے تھے۔

"تُم نے میری بیٹی کو مارا!" وہ عورت گرجی۔ (جاری ہے)

-----بقیہ صفحہ ۲۵ کا

ہاں بس پانچ منٹ میں پہنچنے والے ہیں پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں۔ "انکل گاڑی تھوڑی تیز چلائیں نا" صدف نے ڈرائیور کو دیکھ کر کہا جو ڈرڈر کے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"میم راستہ ہی ایسا ہے "بس اب پہنچنے ہی والے ہیں۔

شہزاد یار! لگتا ہے تم نے ارادہ بدل دیا؟ کونسا ارادہ عامر؟ "مری" جانے کا، بھول چکے ہو کیا؟

"کہا تھا نا کہ جولائی کا مہینہ وہاں گزار کر آئیں گے"

ارے ہاں یار! ارادہ تو تھا مگر بہت سے کام زمہ میں ہیں۔ وہ نپٹا کر اگر کچھ دن بچتے ہیں تو مہینہ نا سہی ایک ہفتہ تو ضرور چلیں گے۔ "او کے یار! ٹھیک ہے۔

"لگتا ہے تمہیں کوئی ضروری کام ہے "چلیں پھر شام کو ملتے ہیں" عامر شہزاد کو آفس میں ڈاکومینٹش پھیلے ہوئے میز پر فائل پلٹتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگا جو شاید کوئی چیز تلاش کرنے میں مشغول تھا۔ او کے اللہ حافظ۔ اللہ حافظ شہزاد!

آخر تصویر گئی تو گئی کہاں؟ شہزاد پریشانی کی حالت میں تصویر تلاش کرنے لگا۔ کہیں وہ بات سچ تو نہیں؟

کوئی مجھے اپنی نظروں کے حصار میں لیے ہوئے ہے اور وہ لڑکی اسکی جان کو خطرہ ہوا تو؟" شہزاد فکر مند سر پر ہاتھ پکڑے سوچنے لگا"

اتنے میں کال کی آواز نے اسے متوجہ کیا، نظر ڈالی تو اسکرین پر عارف کا نام جگمگا رہا تھا۔

"میرے اللہ تو خیر فرمانا" کال اٹینڈ کرتے ہوئے شہزاد آفس سے باہر نکل گیا۔ (جاری ہے)--------------

نیا اسلامی سال اور تجدید عہد

بیگم سیدہ ناجیہ شعیب احمد

ہر قوم کا کوئی نہ کوئی کیلنڈر رہا ہے۔ یہودیوں کا سن ۷۰۰ سق م سے شروع ہوتا ہے، عیسوی سن کی ابتداء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یومِ ولادت سے ہوتی ہے، اس طرح بکرمی سن کی ابتداء مہاراجہ بکرماجیت کو ساکھا قوم پر فتح حاصل ہونے کے واقعہ سے ہوتی ہے، بالکل اسی طرح سن ہجری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ ہجرتِ مدینہ کی یاد دلاتا ہے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا یہ سفر آٹھ ربیع الاول کو ہوا۔ جو عیسوی سن کے مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ا کا واقعہ ہے، یہیں سے اسلامی سال کی ابتداء ہوتی ہے، جس کو خلیفہ ثانی سیدنا فاروق اعظم نے اپنے دورِ خلافت میں نافذ کیا اور اسی سال یکم محرم الحرام سے اسلامی سن کی ابتداء کی گئی۔

گویا پہلی اسلامی صدی کی ابتداء اور آغاز ۱۶ جولائی ۶۲۲/ کو ہوا۔ اس امر میں بھی ایک عجیب حکمت پنہاں ہے کہ جب پہلی اسلامی صدی کی ابتداء ہوئی تو یکم محرم الحرام کو جمعہ کا دن تھا۔

اگر سن ہجری کا دوسرے مروجہ سنین سے تقابل کر کے دیکھا جائے تو یہ سن بہت سی باتوں میں دوسروں سے منفرد و ممتاز نظر آتا ہے۔ سن ہجری کی ابتداء چاند کو بنایا گیا اور اسلامی مہینوں کا تعلق چاند سے جوڑا گیا۔ یہ تقدیم خالق کائنات کی بنائی چیز سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں کسی پیوند کاری کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسلام چونکہ سادہ، عجز و انکساری والا آسان مذہب ہے لہٰذا چاند کے ذریعے ہر علاقہ کے لوگ خواہ پہاڑوں میں رہتے ہوں یا جزیروں میں، جنگلوں میں رہتے ہوں یا صحراؤں میں ان کے لئے آسان ہے کہ اپنے معاملات چاند کے مطابق طے کریں۔ اس میں کوئی مشکل و پیچیدگی نہیں۔ پڑھے لکھے اور ان پڑھ جاہل سب آسانی سے چاند دیکھ کر حساب کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس دیگر تقویمیں ہر انسان آسانی سے معلوم نہیں کر سکتا۔ جبکہ چاند ہر جگہ نکلتا ہے، کسی مشکل حساب کتاب کی ضرورت نہیں۔ البتہ عیسوی تاریخوں میں یہ بات نہیں۔ اسلامی مہینے ادلتے بدلتے آیا کریں۔ لہٰذا قمری تقویم کو بنیاد قرار دیا گیا۔

"محرم" کے مہینے کو محرم اس کی تعظیم کی وجہ سے کہتے ہیں، لفظ حرام یہ حرمت سے ہے، اس کے معنی ہیں: 'قابل احترام'، اور "محرم الحرام" کا معنی ہے: محرم کا مہینہ جو قابل احترام ہے، جیسا کہ "مسجد الحرام" کے معنی ہیں: وہ مسجد جو قابل احترام اور عظمت والی ہے۔

ہمارے اکابرین کا یہ معمول رہا ہے کہ جب سال ختم ہوتا چاہے قمری یا عیسوی تو وہ اپنے سارے سال کے اعمال پر تنقیدی نگاہ دوڑاتے تھے اور اس میں جو چیزیں، معاملات، عادات واطوار یا ایسے افعال جو مفید نہیں تھے یا نقصان دیتے ہیں اب کوشش کریں گے کہ نئے سال میں وہ کام ہم نے نہیں کرنے، جو کام اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی ناراضگی کا باعث بنے۔

اسی طریقے سے وہ تمام کام جو اللہ جی کے پسندیدہ کام ہوں اور اللہ اور اس کے پیارے نبی ﷺ کو راضی کرنے والے کام ہوں تو ان کے بارے میں عہد کیا جاتا ہے کہ ان شاء اللہ اب یہ سارے کام کرنے ہیں۔ نئے سال کے سورج کی پہلی کرن پھوٹنے سے پہلے ہی لوگ اپنی بری عادتوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیتے ہیں، ایک عزم واستقلال کے ساتھ ایک ٹارگٹ ایک ہدف مقرر کرتے ہیں کہ اب نیا سال شروع ہو رہا ہے تو اس اسلامی سال میں ہم ان شاء اللہ یہ یہ کام کریں گے اور یہ یہ نہیں کریں گے۔ وہ اپنی اپنی فہرست اپنے حساب سے خود ہی بناتے ہیں۔

ہمیں اپنے اعمال و افعال کا بغور جائزہ لینے کی اشد ضروری ہے ہم ہر جگہ کیوں رل پٹ رہے ہیں؟ ہم نے اپنے اقدار و روایات کو پس پشت ڈال دیا جبھی غیروں کے ٹھڈے کھا رہے ہیں۔ ہمیں سال نو میں عہد کرنا ہو گا کہ اگر ہم نماز نہیں پڑھتے یا سستی کرتے ہیں تو آج بلکہ ابھی سے کوشش کرنی ہے کہ نماز کی پابندی شروع کر دیں گے۔ نئے سال میں ہماری کوئی نماز قضا نہیں ہو گی مرتے دم تک ان شاء اللہ۔ اسی طریقے سے کچھ غلط عادتیں انسان کے اندر ہوتی ہیں تو ان کا کڑا جائزہ لے کر یہ سوچنا ہے کہ ان شاء اللہ نئے سال میں کوشش تو آج سے ہی کرنی ہے لیکن ڈیڈ لائن اس کی کہ پہلی محرم سے ہم نے بد نظری نہیں کرنی، جھوٹ نہیں بولنا، غیبت، چغلی، دھوکہ، الزام تراشی، لگائی بجھائی، دنگا فساد، کینہ، بغض و عناد، زنا، سود، اور تمام کبیرہ و صغیرہ گناہ نہیں نہیں کبھی نہیں کرنے۔ ان ساری چیزوں پر غور کرتے ہوئے ابھی سے پلان کریں کہ نئے سال میں کیا کرنا ہے؟ کیا چھوڑنا ہے۔

یاد رکھیں کہ ہمیں ایک ایسی مثالی امت بننا ہے جس میں سستی نہ ہو۔ اللہ کو قوی مؤمن پسند ہیں مگر صد حیف ہم مسلمانوں نے بد عادتیں اپنا کر خود کو اتنا کمزور اور ناتواں کر لیا ہے راتوں کو دیر تک جاگنا، صبح دیر تک سوتے رہنا، نمازوں کو قضا کر دینا، لاپرواہی کرنا، کاروبار پر دیر سے جانا، بازاروں کا دیر سے کھلنا، بڑے بڑے گناہ چھوڑ کر ہم تو چھوٹے چھوٹے گناہوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

گو کہ گناہوں میں پڑنا بہت آسان ہے، اور ان سے خلاصی حاصل کرنا مشکل مگر ناممکن تو نہیں۔ اگر ہم اپنے پیارے اللہ تعالیٰ کو اپنی کمزوریاں بتا کر ان سے معافی کی درخواست کرتے ہوئے یہ کہیں کہ اللہ جی! ہم آپ کے بڑے ہی کمزور بندے ہیں۔ اقراری مجرم ہیں، نادم ہیں سخت پشیمان ہیں، مگر یا الہ العالمین ہم سرکش اور نافرمان نہیں ہیں۔ ہم اپنے گناہوں سے بے زار ہیں، انہیں چھوڑنا چاہتے ہیں مگر نفس و شیطان ہم پر غالب آ کر ہمیں بے بس کر دیتا ہے۔

اس نئے سال کی ابتداء پر آپ ہمیں ہمارے عہد کی پاسداری کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اللہ کے محبوب

سیما رضوان

سورۃ آلِ عمران کی آیت نمبر 134 میں اللہ پاک ہم سے فرماتے ہیں:

کہ جو لوگ خوشحالی میں بھی اور بدحالی میں بھی (اللہ کے لیے) مال خرچ کرتے ہیں اور جو غصے کو پی جانے اور لوگوں کو معاف کر دینے کے عادی ہیں۔ اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ (134)

اللہ پاک اس آیت میں امیر اور غریب دونوں سے مخاطب ہیں اور بتارہے ہیں کہ اللہ پاک کن لوگوں سے محبت کرتے ہیں اس آیت میں اللہ نے ہم کو لوگوں کی دو خوبیاں بتارہے ہیں۔ کہ جو لوگ خوشحال ہوتے ہیں اور اللہ کے لیے صدقہ کرتے ہیں، خیرات کرتے ہیں، لوگوں کی مدد کرتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں، کپڑے پہناتے ہیں، قیدیوں کو آزاد کراتے ہیں اور جہاد میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں، کوئی چیز اللہ کے راہ میں خرچ کریں اور ان کی نیت اللہ کو راضی کرنے کی ہو اللہ ان کے دل کا حال دیکھتا ہے ان کی نیت دیکھتا ہے اور ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے اور یہ ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کے دوست ہیں۔

اور اللہ پاک اپنے نیک بندوں کی دوسری صفت بیان کر رہے ہیں کہ وہ غصے کو پی جاتے ہیں۔ اور لوگوں کو معاف کر دیتے۔ ایسا کام کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ ہم کوئی جھگڑا کرتے ہیں تو ہم اسی کو برابر جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر ہم اللہ کی خاطر لوگوں کو معاف کر دیں تو اللہ کے پسندیدہ لوگوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔ غصہ آپ اپنے سے لوگوں بڑوں پر کریں یا چھوٹوں پر کریں یا اپنے ملازمین پر کریں یہ ایک شیطانی عمل ہے اور اس میں اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا ہے۔ اس لیے ہم اپنے اندر برداشت لائیں اور اپنی عزت نفس کو ختم کر کے لوگوں کو معاف کریں تو اللہ کے محبوب بندوں میں شامل ہو جائیں

اللہ ہم کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دل کے نہاں خانوں سے چند یادیں

بنت صدیقی کاندھلوی

نئے رونما ہونے والے واقعات، حالات وسانحات یادوں کے ورق پلٹنے لگتے ہیں ذہن کے کسی دبیز پردے پر کسی نہاں خانے میں پنہاں یہ یادیں ذہن کو تازگی اور روح کو فرحت بخشتی ہیں۔

عہد طفولیت ایک ٹھنڈک کا احساس جو روح کو شاداں وفرحاں کرتا ہے، والدین کی رفاقت، سایہ عاطفت، بزرگوں کا دست شفقت نور سے معمور خلوص سے پر فضا ماحول شخصیت کی تعمیر وکردار سازی مضبوط ومعاون ثابت ہوتا ہے، والدین کی نظر التفات شخصیت کی کردار سازی کے ساتھ فکر وتدبر کی پختگی کو بھی پروان چڑھاتی ہے۔

دراصل تقسیم کے بعد مہاجرین بشمول میرے آباؤ اجداد ہجرت کرکے جب پاکستان آئے تو اس وقت متاع علم و حکمت انکا زاد سفر تھا، زر، زمین، مال ودولت اور مادیت سے تہی دامن تھے، وہ صرف اپنی تہذیب، اپنی اصل اور اپنا سا سی علم اپنے سینوں میں بھر کر لائے تھے جو اپنی نسل کے رگ و ریشے میں پیوست کردی زرخیز زمین میں وہ بیج بو دیے جو تناور درخت بن گئے جنکی شاخیں چہار دانگ عالم میں پھیل گئیں کیونکہ انہیں مال ومتاع کی حرص وہوس نہ تھی انکو اپنی نسلوں کے دوڑتے ہوئے خون کی آبیاری کرنی تھی، لیکن اس دور کو دیکھ کر یہ بات ورطہ حیرت میں ڈالتی ہے کہ ہمارے والدین نے کتنی مشقتیں صعوبتیں برداشت کرکے پروان چڑھایا نہ اس وقت یہ تمام آسائشیں نہ یہ بجلی کی ہماہمی ادھر بٹن دبایا ادھر سب تیار اس ساری صورت حال سے دوچار ہونے کے باوجود خود بچوں کی دیکھ بھال تعلیم وتربیت کا بار گراں اٹھایا دن رات چولہا چکی (خدا نخواستہ چکی نہیں پیسی)۔

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی

الحمد للہ ثمہ الحمد للہ والدین نے خود بھی قرآن، کتاب، قلم اور تختی سے رشتہ جوڑے رکھا یہی انکا اوڑھنا بچھونا یہی کل متاع حیات تھی۔

نفس مضمون تحریر سے ہٹ گیا بات ہو رہی تھی بچپن کی.!

ہمارا سہانہ بچپن قال وقیل کے پر فضا ماحول میں گذرا ہمہ وقت والد صاحب کے گھر کے مہمان مثنوی مولانا روم، سعدی شیرازی اور والدہ صاحبہ کے شاہنامہ اسلام (حفیظ جالندھری) بال جبریل اور ضرب کلیم گھر کے مہمان رہتے اب یہ پرانی روایتیں جدت کے پردوں میں پس دیوار کہیں گم ہوگئیں لیکن ذہن کے نہاں خانوں میں گاہے بگاہے دستک دیتی رہتی ہیں، اب قلم، کتاب اور مطالعہ شاذ ونادر ہی ملتا ہے سب کچھ نیٹ پر منتقل ہوگیا لیکن میرے خیال میں یہ نظام کھوکھلا ہے، دوسروں کی غلامی ذخیرہ علم تحریری صورت میں محفوظ ہونا ضروری ہے۔

بہر حال ہم بات کر رہے تھے والدین کی کاوش و

محنت کی، ہمارے ایک تائے ابا مرحوم (عمران بھائی کے والد اللہ انکو غریق رحمت کرے سردیوں میں تلوں کے ڈھیر لگا دیتے اور بنٹے گنے کے رس کے ہماری والدہ محترمہ رس کی کھیر اور تلوں کے لڈو جو سردیوں کی سوغات ہے لکڑیوں کے چولہوں پر بنانا معنی رکھتا ہے اسی میں محلے کے بچوں کو قرآن پڑھانا ادھر پھکنی یا چمٹا دکھایا دھر سبق کے فراٹے اصل میں لگن تھی ایک مقصد تھا، بچوں کو بھی استاد کا ادب واحترام تھا، ہم بہن بھائیوں کی تو خیر سے کبھی دھنائی نہیں ہوئی کیونکہ آپا کی گرفت سے نکلتے تو اباجان دام میں صیاد کو پھنسا لینے کے مصداق دانہ ڈالتا ڈالکر مائل بہ کرم کرلیتے سبق اتنا پکا یاد کراتے کہ ہم اگلی صبح جائے، تلوں کے لڈو اور رس کی کھیر کے شوق میں دو چار ہاتھ آگے نکل جاتے

کریمہ بہ بخشائے برحال ما

یہی حال گرما کی تعطیلات آتیں اور ہمارا رخت سفر اسلام آباد کے کے لیے بندھ جاتا وہاں بڑی خالہ جان کی شاگردوں کا بھی یہی حال نظر آتا، استانی جی کے خوف سے پسینے چھوٹتے تھے خیر یہ الگ کہانی بہت پرانی تمہید طولانی۔

میری عمر کے شب و روز بھی یونہی قدم سے قدم ملائے رواں دواں تھے مگر عزائم میں دھیما پن اور بیزاری سے عاری نہ تھے

پختہ عزائم ہر قدم پر ایک نئی جدت اور جذبہ کروٹ لیتا محسوس ہوتا نہ سورج کی تمازت کا احساس تھا نہ بھری دوپہر کا اور نہ آرام و آسائش کی تمنا، بس ایک لگن تھی عین سورج سوا نیزے پر پوری آب و تاب سے کرنیں بکھیرتا اور ہم ایک طاق تھا صحن کے آخری کمرے میں طاق میں سوار کپڑے کے سلے ہوئے بستے جس میں حضرت تھانوی رح کا بہشتی زیور، شیخ سعدی کی گلستان بوستان اور مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ رح کی تعلیم آلا اسلام ہمارا کل اثاثہ علم ہوتا اور بستے لیکر طاق میں سوار ہوکر گویا محو تصور میں مانند اقبال اعلی تعلیم کے حصول کے لیے سوئے انگلستان محو پرواز ہیں

شوق کا یہ عالم دیکھا نہ جائے

میں کیا میری بساط اوقات کیا، میری ذات ذرہ بے نشاں، یہ سب میرے والدین کی محنت کا صلہ کہ اللہ تعالی نے نطق سخن اور قوت گویائی عطا کی۔

پکوان

مینگو ڈیلائیٹ

سدرہ نور

آم کی پیوری ایک کپ، کریم ایک پیکٹ، کینڈنیس ملک ایک کپ، آم کیوب میں کٹا ایک عدد بڑا، میری بسکٹ ایک پیکٹ، دودھ آدھا کپ۔

آم کی پیوری، کینڈنیس ملک اور کریم کو اچھے سے مکس کرلیں پھر ایک شیشے کے برتن میں بسکٹ کو ہلکا چورا بنا کر اسکی تہہ لگالیں اوپر کریم والا مکسچر پھیلا لیں اسکے اوپر آم کیوب میں کٹے ڈال دیں ایسے ہی ایک اور سب کی تہہ لگالیں اوپر آم کیوب ڈال کر اچھے سے ڈیکوریٹ کر لیں اور فریج میں رکھ کر خوب ٹھنڈا کر کے کھائیں خوب مزے کریں۔

مینگو رس ملائی

ام حسن

اجزاء:

خشک دودھ ایک کپ، مینگو پیوری ایک کپ، میدہ ڈیڑھ چائے کا چمچ، دودھ ایک لیٹر، بیکنگ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، تیل یا گھی ایک کھانے کا چمچ، کنڈینسڈ ملک ایک تہائی ٹن، انڈا ایک عدد، ہری الائچی چار عدد، بادام اور پستہ حسب ضرورت۔

ترکیب:

ایک ساس پین میں دودھ کو اُبال لیں اور کچھ دیر الائچی اور کنڈینسڈ ملک کے ساتھ بھی پکنے دیں۔

خشک دودھ، میدے اور بیکنگ پاؤڈر کو چھان کر اس میں تیل شامل کردیں۔ انڈے کو پھینٹ لیں اور پاؤڈر ملک میں ڈال کر ڈو گوندھ لیں۔ پھر چھوٹے سائز کے بالز بنالیں۔ اب ان بالز کو ابلتے ہوئے دودھ میں ڈال کر کبھی آنچ کو تیز اور کبھی کم کریں۔ آنچ تیز اور کم کرنے والے طریقہ کار کو کچھ دیر تک دہرائیں۔

پھر چولہے سے ہٹا کر اس میں مینگو پیوری احتیاط سے شامل کریں۔ (تاکہ رسملائی ٹوٹ نہ جائے)۔

فریج میں ٹھنڈا کرلیں، بادام اور پستہ سے گارنش کر کے سرو کریں۔

مینگو لسی

عائشہ نعیم

مینگو 2 عدد، دودھ 2 گلاس، دہی ہاف کپ، چینی حسب پسند، برف خوب ساری کوٹی ہوئی، آم چھیل کر ٹکڑے کر لیں۔

اب بلینڈر میں تمام اجزا ڈال کر اچھے سے بلینڈ کرلیں اور ساتھ ہی برف بھی ایڈ کرلیں۔

اور ٹھنڈی ٹھار مینگو لسی گلاسوں میں نکال کر سرو کریں۔

دعا اقبال، کراچی

جیسے ہی نیا اسلامی سال شروع ہوتا ہے ہمارے اردگرد مختلف باتیں اور مختلف رسومات اور مختلف بحث چھڑنی شروع ہو جاتی ہیں۔ ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا اس میں اپنا اہم کردار ادا کرنا نہیں بھولتے۔ غرض ہر کوئی اپنے اپنے عقائد کی دکان سجا کر لوگوں کو بیچتا ہے اور ہم نہ سمجھ اور اہل علم رکھنے والا دراصل پڑھے لکھے نافہم لوگ ہر کسی کی بات پہ یقین کرتے ہیں اور تقلید شروع کر دیتے ہیں۔ قرآن پاک کی ایک آیت کا مفہوم ہے کہ جو کچھ تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیں اسے لے لو اور جس چیز کا حکم دیں اسے پورا کرو جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ ایک اور آیت کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا جس چیز کے بارے میں وہ جھگڑتے ہیں۔ افسوس کہ ہم نے بحث کر کر کے ہم نے اپنے دین کی اصل پیغام کو مٹا دیا ہے۔

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے

~مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں سے نمازی بن نہ سکا

نیا اسلامی سال جو کہ محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے، شروع ہوتے ہی عقائد کی خرید و فروخت شروع ہو جاتی ہے۔

محرم الحرام دراصل اہل بیت اور صحابہ کرام کی قربانیاں یاد دلاتا ہے کہ کیسے صحابہ کرام نے حق کی خاطر جان دے دی اور حق پہ ہی اپنی زندگی کو گزارا اور اپنا سر دنیا کی زندگی کے لیے دنیا کے سکون کی خاطر باطل کے سامنے نہیں جھکایا، سر جھکایا تو صرف اپنے رب عرش عظیم کے آگے جس کے ہاتھ میں ارض و سماوات ہیں جو کہ کل بادشاہی کا مالک ہے اسی کے آگے جھکایا، اسی کے آگے اپنی نفسانی خواہشات کو جھٹلا دیا اور اسی کا حکم مانا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے دور خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہا منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھے ہوئے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ ان کی طرف بڑھے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اپ بیچ میں مت پڑیں یہ حضرت حسین اور ان کا معاملہ ہے تو حضرت حسین رضی اللہ تعالی جب حضرت عمر کے پاس آئے تو حضرت عمر سے کہا کہ آپ میرے نانا کے ممبر پر کیوں بیٹھے ہیں جا کے اپنے نانا کے ممبر پر بیٹھیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ ادب میں کھڑے ہو گئے اور ممبر سے اٹھ کر سائیڈ پہ ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ میرے نانا کا تو ممبر ہی کوئی نہیں اور ان کی آنکھ میں انسو آ گئے کہ میں تو ایک اونٹ چرانے والے کا بیٹا تھا

اور میرے نانا کا تو ممبر ہی کوئی نہیں یہ تو آپ کے نانا کا منبر ہے اور یہ منبر آپ کا ہے تو حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں کہا کہ آپ کے نانا کا منبر نہیں تو کوئی بات نہیں آپ میرے نانا کی منبر پر بیٹھ جائیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اے لوگوں میں اپنی خوشی سے اس منبر پر نہیں بیٹھا تھا مجھے ابو بکر صدیق نے بٹھایا تھا اور اس کے بعد اب مجھے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے اس منبر پر بٹھایا ہے اگر کسی میں ہمت ہے تو وہ مجھے اس منبر سے اٹھا کے دکھائے۔

اگر ہم اس واقعے کو غور سے پڑھیں اور سمجھیں اور عقل کی آنکھ سے دیکھیں تو ہمیں اس واقعے سے ادب کا بہت بڑا پہلو نظر آتا ہے کہ صحابہ کرام اہل بیت کی اور اہل بیت صحابہ کرام کی بہت عزت کرتے تھے اور اور آج ہم ان سے ادب سیکھنے کے بجائے ان کا ادب کرنے کے بجائے ہم ان کے بارے میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں اور آپس میں گتھم گتھا لڑتے رہتے ہیں۔اللہ پاک ہمیں اہل بیت, صحابہ کرام اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ان کی شان میں گستاخی کرنے سے بچائے (آمین)۔

خنساء جمالی

☆ابتدائی زندگی

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہاتھیوں کے سال کے تیرہ سال بعد مکہ مکرمہ میں قریش کے ایک قبیلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد الخطاب بن نفیل تھے۔ان کی والدہ حنطمہ بنت ہاشم تھیں جو ابو جہل کی بہن تھیں۔ان کے کل تیرہ بچے تھے: نو بیٹے اور چار بیٹیاں۔

وہ مکہ کے ان چند لوگوں میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔انہوں نے کم عمری میں ہی ذمہ داریاں سنبھال لیں تھیں۔ان کی بڑی سخت پرورش کی گئی تھی جو دولت اور عیش و عشرت سے عاری تھی۔

ان کے والد الخطاب نے انہیں اپنے اونٹوں کو چرانے پر مجبور کیا۔ ان کے والد کے سخت سلوک کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر منفی اثر ہوا، جو انہیں عمر بھر یاد رہا۔یہ ان کی زندگی میں مشکلات کا دور تھا۔مویشیوں کی دیکھ بھال نے ان کو صبر، جفاکشی اور خود پر قابو جیسی اچھی خصوصیات کا حامل بنا دیا۔وہ اپنی ابتدائی جوانی سے مشہور کھلاڑی بھی تھے اور ہر قسم کے کھیلوں جیسے کہ ریسلنگ اور گھوڑے سواری میں مہارت رکھتے تھے۔پیشے کے اعتبار سے وہ ایک تاجر تھے۔تجارت نے ان کو مکہ کے امیروں میں سے ایک بنا دیا۔جہاں وہ تجارت کے مقصد سے گئے وہاں ان کا تعارف بہت سے لوگوں سے ہوا اور ان کے رسم و رواج سے واقف ہوئے۔ لوگ ان کے پاس اپنے جھگڑے طے کرنے کے لیے آتے تھے۔

☆حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام کرنا۔

خود نبی کریم ﷺ نے ایک بار اللہ تعالیٰ سے عمر بن خطاب کے اسلام قبول کرنے کی دعا کی۔ایک دن جب انہوں نے اپنی بہن اور بہنوئی کو قرآن پاک پڑھتے ہوئے سنا تو ان کے دل میں اسلام کی سچائی کی روشنی جاگ اٹھی۔بعد ازاں آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسلام قبول کر لیا۔ان کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کو قوت اور حمایت ملی۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا مسلم کمیونٹی کی قسمت میں ایک اہم موڑ تھا۔ان کی مضبوط شخصیت کے اضافے نے مسلمانوں کی چھوٹی برادری کے وقار میں بہت اضافہ کیا۔

ان کا اسلام قبول کرنا مزید طاقت کا ذریعہ بنا، مدینہ کی طرف ان کی ہجرت فتح کا باعث بنی اور ان کی خلافت اللہ کی رحمت تھی۔

☆الفاروق

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کو کھلے عام اسلام کی دعوت دینے کے خواہشمند تھے۔ مسلمان ہمیشہ کافروں کے خوف میں رہتے تھے اور ان میں سے اکثر نے اپنے

ایمان کو پوشیدہ رکھا تھا۔ آخر کار تبلیغ دین کا وقت آ گیا اور اللہ کے رسول ﷺ نے کھلے عام اسلام کا اعلان کرنے کی اجازت دے دی۔ مسلمان مسجد حرام میں داخل ہوئے اور باجماعت نماز ادا کی۔ اللہ کے رسول نبی اکرم ﷺ نے اسلام کی تاریخ میں اس پہلی عوامی نماز کی امامت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس دلیرانہ عمل کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں "الفاروق" کا خطاب دیا، جس کا مطلب ہے "صحیح اور غلط میں تمیز کرنے والا"۔ مسلمان اس وقت تک نماز نہیں پڑھ سکتے تھے اور نہ ہی کعبہ کا طواف کر سکتے تھے جب تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول نہیں کیا۔

☆ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شخصیت

حضرت عمر فاروق کی شخصیت میں تقویٰ، عدل، انصاف اور فقیری جیسے اعلیٰ اوصاف موجود تھے۔ وہ خدا سے ڈرنے والے، قابل اعتماد اور اسلامی قوم اور اس کے عقیدہ کے لیے ایک محفوظ قلعہ تھے۔ آپ نے اپنی خلافت کا پورا دور اسلام کی خدمت میں گزارا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ فوج کے کمانڈر ان چیف تھے، ایک ماہر فقیہ تھے جن کی رائے کو ہر کوئی پیش کرتا تھا۔ آپ نے ہمیشہ عوام کے مسائل کو سمجھا اور ان کے حل کے لئے اقدامات کئے۔ آپ کی زندگی کا ہر پہلو مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

☆ خلافت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کے طور پر منتخب ہوئے۔ آپ نے دس سال تک خلافت کی ذمہ داری نبھائی۔ آپ کی خلافت کا دور اسلامی فتوحات اور اصلاحات کا دور تھا۔ آپ کی حکمرانی میں مسلمانوں نے شام، عراق، مصر اور ایران کے بڑے حصے فتح کیے۔

☆ شہادت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ 26 ذوالحجہ 23 ہجری کو ایک مجوسی غلام ابولؤلؤ فیروز کے حملے میں شدید زخمی ہوئے اور بعد میں شہید ہو گئے۔ آپ کو مسجد نبوی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی اور کارنامے مسلمانوں کے لئے ایک مثال ہیں۔ ان کی عدل و انصاف، دیانتداری اور خدمت خلق کا جذبہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

برینڈز

افشاں نوید

سپر مال سے نکلتے ہوئے بیٹی بولی: "امی جب میں پاکستان آتی ہوں تو لگتا ہے کہ یہاں پہ تو مالز میں صرف خواتین کے کپڑے ہی بکتے ہیں۔ بیرون ملک تو مالز میں چند دکانیں کپڑوں کی ہوتی ہیں اور باقی دنیا بھر کی چیزیں۔ لیکن یہاں تو کپڑوں سے شروع ہو کر کپڑوں پر ہی شاپنگ مال ختم ہو جاتے ہیں۔ ہر ٹرپ پر نت نئی برینڈز۔

ہم تو دوسرے ملکوں میں بیٹھ کر پاکستان کی غربت کے دردناک احوال پڑھتے ہیں۔ یہاں تو مالز بھرے ہوئے ہیں۔ خواتین آرام سے لان کا جوڑا بھی سات ہزار، نو ہزار کا خرید رہی ہیں۔ تب ہی تو یہ کمپنیاں بنا رہی ہیں۔

وہاں تو معمولی کپڑے بھی ہم پورا سال چلاتے ہیں۔ بچوں کے کپڑے پرانے ہونے پر نہیں، چھوٹے ہونے پر نئے خریدے جاتے ہیں، وہ بھی مہینوں سیل کا انتظار کرتے ہیں۔

پاکستان کی رپورٹنگ کرنے والے پاکستان کے خیر خواہ نہیں ہیں۔ وہ پاکستان کو غریب ملک دکھاتے اور بتاتے ہیں۔ یہاں چوک چوراہوں پر بڑے بڑے اشتہارات میں نئے برینڈز کی تشہیر دیکھ کر لگتا ہے ماشاءاللہ، یہاں بہت کھاتے پیتے لوگ بستے ہیں۔

شام کے وقت ہر اسٹریٹ فوڈ اسٹریٹ ہے۔ جہاں مہنگی چیزیں دستیاب ہیں مگر رش ایسا ہے جیسے لنگر تقسیم ہو رہا ہے۔" میں نے کہا: "سوچنے کی بات یہ ہے کہ خواتین اتنے زیادہ لباس کیوں بناتی ہیں؟

چاہے وہ ہم پیشہ مرد ہوں یا خاندان کے محرم مرد۔ جو خواتین کو بہت اچھے لباسوں میں دیکھنا چاہتے ہیں وہ مرد خود سال میں کتنے جوڑے بناتے ہیں؟ کسی عورت کا تشخّص عمدہ لباس کے ساتھ جوڑنا نسوانیت کی خیر خواہی ہے یا بد خواہی؟

کیا ہم لباس میں تولے جانے والی کوئی شے ہیں؟

یہاں خواتین کو برانڈز یعنی شطرنج کی چالوں میں پھنسا دیا گیا ہے۔ یہ گویا سانپ اور سیڑھی کا کھیل ہے۔ ہم خریداری کر کے بلندی پہ پہنچنے کی کوشش کرتی ہیں۔

پھر نئی سیل لگتی ہے۔ نئی آفرز، نئے ڈیزائن، یوں لگتا ہے کہ میں تو سیڑھی کے سب سے اخری سرے پر پڑی ہوں۔ یہ وقت کا بہت بڑا اور سنجیدہ سوال ہے کہ خواتین اتنے کپڑے کیوں بناتی ہیں؟

برینڈ کمپنیاں سال میں کئی بار سیل لگا کر خواتین کی مت مار دیتی ہیں۔ اب ہمارے موضوعات انہی برینڈز کے گرد گھومتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کو ناپتے ہی اس پیمانے میں ہیں۔

ہم "برینڈز" سے مخاطب کے ذوق اور معاشی پس منظر کا اندازہ کرتے ہیں۔ کوئی نہ پوچھے تو ہم خود باتوں باتوں میں بتا دیتی ہیں۔ "آپ کی بے بی کتنی پیاری ہے۔"

"جی یہ اس پنک فراک میں بہت پیاری لگتی ہے۔ یہ میں نے منی مائنر سے سیل میں لی تھی۔ سات ہزار کی پانچ ہزار میں مل گئی۔"

"آپ کی دلہن کتنی پیاری ہے ماشاء اللہ۔"

"جی الحمدللہ۔ میں نے بھی اسکی پسند ملحوظ رکھی۔ ماریہ بی کو آرڈر دے کر سب کپڑے بنوائے۔ آج کل کی لڑکیاں بہت چوزی ہیں ایسا ویسا پسند نہیں کرتیں۔"

بات وہیں ختم ہوتی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کا کمال ہے کہ حرص اور ہوس پیدا کر کے نیم دیوانہ بنا دیتا ہے۔

کھانے اور کپڑے کی اتنی ہوس ہماری زندگی میں آچکی ہے کہ ہماری زندگی اور بیشتر معاشی سرگرمیوں کا مقصد انہی دو خواہشوں کی تکمیل ہے۔

ہم صبح اٹھ کر یہی سوچتے ہیں کہ کل سے اچھا کھانا, آج کے دن کو زیادہ پر لطف بنانا ہے۔ ہم میں سے کتنے سوچتے ہیں کہ کل نمازیں بے جان سی تھیں آج خشوع کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔

اتنے دن سے کوئی سورۃ حفظ نہیں کی۔ رمضان کے بعد سے قرآن سے تعلق ہی ٹوٹ گیا۔

کتنے رشتے دار ہیں جن سے فون پر بھی دعا سلام نہیں ہوئی۔ کتنے لوگ میرے منتظر ہیں۔ میں آج کے دن کس کو کیا خوشی دے سکتی ہوں۔

ہم دوسرے کو خوشی دینے کا تب ہی سوچ سکتے ہیں جب خود کو خوشی دینے اور آج کیا پکے گا, اور کیا مزید کیا خریداری کرنا ھے سے آگے سوچیں۔

جب کوئی کہتا ہے "اپنا خیال رکھیے گا" تو سوچتی ہوں کیا یہ خیر خواہی ہے؟

بات تو تب بنتی ہے کہ ہم مخاطب سے کہیں کہ "اپنے ساتھ آس, پاس والوں کا بھی خیال رکھیے گا۔ یہ آس, پاس والے معمولی لوگ نہیں چاہے پڑوسی ہیں یا رشتہ دار۔۔ یہ خاموش لوگ اپنے حقوق طلب کر کے ہمارا مقدمہ گھمبیر بنا سکتے ہیں روز حشر۔ خدا نخواستہ۔

ذرا مسکرائیں

مشتاق احمد یوسفی لکھتے ہیں کہ :

ایک صاحب کہنے لگے،

یار ساری عمر ڈرتے ڈرتے ہی گزر گئی ہے۔

"پہلے والدین سے، پھر اساتذہ سے، پھر افسران سے

پھر موت اور موت کے بعد حساب کتاب سے"۔

میں نے پوچھا: "آپ نے بیوی کا ذکر نہیں کیا؟"

کہنے لگے: "ڈر کے مارے نہیں کیا"

ایک پڑوسن نے دوسری پڑوسن سے ایک کتاب پڑھنے کے لیے مانگی۔

دوسری پڑوسن: بہن میں کتاب دیا نہیں کرتی، آپ یہاں بیٹھ کر جتنی چاہیں پڑھ لیں۔

چند روز بعد دوسری پڑوسن پہلی کے گھر گئی اور جھاڑو مانگی۔

پہلی نے کہا: بہن میں کسی کو جھاڑو نہیں دیا کرتی، آپ کو جتنی جھاڑو دینی ہو، یہاں میرے گھر میں دے دیجیے

بچہ (والدہ سے) امی! آج سکول میں ایک تقریب تھی اور سب نے مجھے گانا گانے کے لیے کھڑا کر دیا۔

والدہ: شاباش، پھر تم نے کیا کیا؟

بچہ: امی! میں نے بھی قومی ترانہ پڑھ کر سب کو کھڑا کر دیا

جج (ملزم سے) تم پر الزام ہے کہ تم نے دس سال تک اپنی بیوی کو ڈرا دھمکا کر اپنے کنٹرول میں رکھا۔

ملزم: لیکن جج صاحب۔۔۔۔۔

جج: صفائی نہیں، مجھے صرف طریقہ بتاؤ

ایک شخص (ٹیلی فون پر) کون بول رہا ہے؟

جواب آیا: میں بول رہا ہوں۔

پہلا شخص: کتنی عجیب بات ہے، ادھر بھی میں ہی بول رہا ہوں۔

ایک شخص نے کسی کنجوس آدمی سے مسجد کے لیے چندہ مانگا تو کنجوس نے فوراً دس ہزار کا چیک نکال کر دے دیا۔

چندہ مانگنے والے نے کہا: جناب! اس پر دستخط بھی کر دیجیے۔

کنجوس آدمی بولا: ہم نیک کاموں میں اپنا نام ظاہر نہیں کرتے

خاتون (دکان دار سے) بھائی! چیزوں کا صحیح ریٹ لگاؤ، ہم ہمیشہ آپ کی دکان سے سامان لیتے ہیں۔

دکان دار: خدا کا خوف کرو باجی! میں نے کل ہی تو دکان کھولی ہے